بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لِیُخْرِجَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی

جماعتہائے احمدیہ امریکہ

ایک یادگار لمحہ! حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
انتخاب خلافت کے بعد خطاب فرماتے ہوئے

The **Ahmadiyya Gazette** and **Annoor** are published by **The Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.**
2141 Leroy Place, N.W., Washington DC 20008. Ph: (202) 232—3737
Printed at the Fazl-i-Umar Press and distributed from Athens, OH 45701

Ahmadiyya Movement in Islam, Inc.
P. O. Box 226
CHAUNCEY, OH 45719

Non Profit Org.
U.S. POSTAGE
PAID
ATHENS OHIO
PERMIT NO. 143

آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرتا ہوں

حضرت اقدس کے دستِ مبارک سے لکھے ہوئے الفاظ بیعت

حضرت اقدس نے آج سے سو سال قبل جماعت احمدیہ کی بنیاد رکھتے ہوئے بیعت کے جو الفاظ اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمائے وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

"بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نحمدہ و نصلی

آج مَیں احمد کے ہاتھ پر اپنے ان تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں مَیں مبتلا تھا اور اپنے سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے۔ اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کے لذات پر مقدم رکھوں گا اور اشتہار کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہونگا اور میں اپنے گذشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔ استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی استغفر اللہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ۔ اشہد ان لا الٰہ اِلّا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشہد انّ محمداً عبدہٗ و رسولہ۔ ربّ انی ظلمت نفسی و اعترفت بذنبی فاغفرلی ذنوبی فانہٗ لا یغفر الذنوب اِلّا انت۔"

حضور کی تحریر کا عکس

لیخرج الذین اٰمنوا وعملوا الصٰلحٰت من الظلمٰت الی

مارچ - اپریل - مئی
۱۹۹۰

ایڈیٹر :- ظفر احمد سرور

اس شمارہ میں

درسِ قرآن

● مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

جو کوئی مومن ہونے کی حالت میں نیک اور مناسبِ حال عمل کرے گا مرد ہو کہ عورت ہم اس کو یقیناً ایک پاکیزہ زندگی عطا کریں گے اور ہم ان (تمام لوگوں) کو ان کے بہترین عمل کے مطابق (ان کے تمام اعمال صالحہ کا) بدلہ دیں گے۔

● وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۘ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○ (التحریم آیت ۱۲)

اور مومنوں کی حالت اللہ فرعون کی بیوی کی مانند بیان کرتا ہے جب کہ اس نے اپنے رب سے کہا، کہ اے خدا! تو اپنے پاس ایک گھر جنت میں میرے لیے بھی بنا دے اور مجھ کو فرعون اور اس کی بداعمالیوں سے بچا اور اسی طرح (اس کی) ظالم قوتوں سے نجات دے۔

● وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ○ التحریم

اور اللہ مومنوں کی حالت مریم کی طرح بیان کرتا ہے جو عمران کی بیٹی تھی جس نے اپنے ناموس کی حفاظت کی اور ہم نے اس میں اپنا کلام ڈال دیا تھا اور اس نے اس کلام کی جو اس کے رب نے اس پر نازل کیا تھا تصدیق کر دی تھی اور اس (خدا) کی کتابوں پر بھی ایمان لائی تھی اور (ہوتے ہوتے ایسی حالت پکڑ لی تھی) اس نے فرمانبرداروں کا مقام حاصل کر لیا تھا۔

درسِ حدیث

دیندار عورت وہ ہے جو اپنے خاوند کا حق ادا کرتی ہے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ اَبِيْ اَوْفٰى قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَا تُؤَدِّي الْمَرْاَةُ حَقَّ رَبِّهَا حَتّٰى تُؤَدِّيَ حَقَّ زَوْجِهَا۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ: عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے کہ کوئی عورت اس وقت تک خدا تعالیٰ کا حق ادا کرنے والی نہیں سمجھی جا سکتی جب تک کہ وہ اپنے خاوند کا حق ادا نہیں کرتی۔

بہتر انسان وہ ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ بہتر سلوک کرے

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ وَاَنَا خَيْرُكُمْ لِاَهْلِيْ۔ (ترمذی)

ترجمہ: جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ تم میں سے بہتر شخص وہ ہے کہ جو اپنی بیوی کے ساتھ سلوک میں بہتر ہے۔ اور میں اپنے اہل کے ساتھ سلوک کرنے میں تم سب سے بہتر ہوں۔

اولاد کا بھی اکرام کرو اور انہیں بہترین تربیت دو

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ يُحَدِّثُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَهُمْ۔ (ابن ماجہ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اپنی اولاد کی بھی عزت کیا کرو۔ اور ان کی تربیت کو بہترین قالب میں ڈھالنے کی کوشش کرو۔

فرمانِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

خطبۃ الوداع

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں، اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کا بندہ اور رسول ہے"۔

"خدا نے تمہارا خون، تمہارے اموال اور تمہاری آبرو تم پر اسی طرح حرام کر دی ہے جس طرح اس نے اس مہینہ میں اس شہر میں، اس دن کی حرمت کو قائم کیا ہے، میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنی شروع کر دو"۔

"لوگو! سن لو! کیونکہ شاید میں اس سال کے بعد اس جگہ، اس مہینہ میں، اس شہر میں تم سے نہ مل سکوں"۔ فرمایا "اچھی طرح سن لو! اور یاد رکھو کہ زمانۂ جاہلیت کی تمام رسومات اور روایات کو میں نے اپنے پاؤں تلے روند ڈالا ہے، اسی طرح زمانہ جاہلیت میں تم لوگوں سے جو قتل ہوئے ہیں ان کی دیت اور قصاص بھی ساقط کئے جاتے ہیں اور اس بارے میں سب سے پہلے میں (اپنے خاندان) عامر بن ربیعہ بن الحارث کا خون معاف کرتا ہوں"۔

"سود قطعی طور پر حرام کیا جاتا ہے، ہاں راس المال تمہارا ہے وہ تم لے سکتے ہو۔ اور اس کے ساتھ میں ہر وہ قرضہ معاف کرتا ہوں جو میرے خاندان کا کسی نے دینا ہے اور سب سے پہلے میں اپنے چچا عباس بن عبد المطلب کا قرض معاف کرتا ہوں"۔

"اللہ کے حقوق یاد رکھو، عورتوں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو، تم نے انہیں اللہ کے نام پر حاصل کیا ہے اور اسی کے نام سے وہ تم پر حلال کی گئی ہیں، اس لیئے ان کے حقوق یاد رکھو، اور تمہارا بھی ان پر حق ہے، اگر وہ غلطی کریں تو تمہارا فرض ہے کہ پیار سے انہیں سمجھاؤ، معروف کے مطابق انہیں کھانا کپڑا مہیا کرنا تمہارا فرض ہے"۔

"لوگو! تمہارا رب بھی ایک ہے اور تمہارا جد امجد بھی ایک ہے، تم آپس میں بھائی بھائی ہو۔ اور (انسان ہونے کے لحاظ سے) برابر۔ اس لیئے ایک دوسرے پر فضیلت مت جتاؤ۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں سفید کو سرخ و سیاہ پر یا سرخ و سیاہ کو سفید پر کوئی فضیلت نہیں، بجز تقویٰ کے"

"میں تمہارے اندر ایک ایسی چیز چھوڑے جاتا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے تھامے رکھا تو کبھی سیدھے راستے سے نہیں بھٹکو گے، وہ ہے "کتاب اللہ"۔

"اے لوگو! میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ پس اپنے رب کی عبادت کرو، اپنی پانچ نمازوں کو سنوار کر ادا کرو۔ رمضان کے روزے رکھو اور خوشی خوشی اپنے اموال میں سے زکوٰۃ ادا کرو اور اپنے اولی الامر کی اطاعت کرو۔ تم اپنے رب کی جنت میں داخل کئے جاؤ گے"۔

"تم سے قیامت کے دن میرے بارے میں پوچھا جائیگا تم کیا جواب دو گے"؟۔ اس پر تمام لوگوں نے بلند آواز سے کہا "ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کی شریعت ہم تک پہنچا دی ہے"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی اور پھر ہجوم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

"اے اللہ تو گواہ رہ"۔

لوگوں نے پھر یہ آواز بلند کی "آپ نے نبی اور رسول کی حیثیت سے اپنا فرض پورے طور سے ادا کر دیا ہے"۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ ارشاد فرمایا:

"اے اللہ تو گواہ رہ"۔

باقی صفحہ ۲۵ پر

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ رضی اللہ عنہا

رکھ پیش نظر وہ وقت بہن جب زندہ گاڑی جاتی تھی!
گھر کی دیواریں روتی تھیں جب دُنیا میں تو آتی تھی

جب باپ کی جھوٹی غیرت کا خون جوش میں آنے لگتا تھا
جس طرح جنا ہے سانپ کوئی یوں ماں تیری گھبراتی تھی

یہ خون جگر سے پالنے والے تیرا خون بہاتے تھے
جو نفرت تیری ذات سے تھی فطرت پر غالب آتی تھی

کیا تیری قدر و قیمت تھی؟ کچھ سوچ تیری کیا عزت تھی
تھا موت سے بدتر وہ جینا قسمت سے اگر بچ جاتی تھی

عورت ہونا تھی سخت خطا، تھے تجھ پر سارے جبر روا
یہ جرم نہ بخشا جاتا تھا تا مرگ سزائیں پاتی تھی

گویا تو کنکر پتھر تھی احساس نہ تھا جذبات نہ تھے
توہین وہ اپنی یاد تو کر ترکہ میں بانٹی جاتی تھی

وہ رحمت عالم آتا ہے تیرا حامی ہو جاتا ہے
تو بھی انسان کہلاتی ہے، سب حق تیرے دلواتا ہے،
ان ظلموں سے چھڑواتا ہے،

بھیج درود اس محسن پر تو دن میں سو سو بار،
پاک محمد مصطفیٰ نبیوں کا سردار

(درِ عدن)

سیرۃ النبیؐ

قسط اول

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا حُسنِ معاشرت

محترم حافظ مظفر احمد صاحب

ازواجِ مطہرات کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسنِ معاشرت کا مضمون بیان کرتے ہوئے اُس پس منظر پر نظر ڈالنا ضروری ہے جس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کی خواتین بُود و باش رکھتی تھیں۔ اُس معاشرہ میں عورت کی حیثیت کا اندازہ حضرت عمرؓ کے بیان سے بخوبی ہوتا ہے کہ خدا کی قسم ہم جاہلیت میں عورت کو چنداں اہمیت نہیں دیتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے حقوق کے بارے میں قرآن شریف میں احکام نازل فرمائے اور وراثت میں بھی اُن کو حقدار بنا دیا۔

ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن کے اخلاق قرآن شریف کے عین مطابق تھے۔ جن کی بعثت کا ایک بڑا مقصد اعلیٰ اخلاق کا قیام تھا۔ آپؐ نے بحیثیت خاوند بھی ایک خوبصورت اور کامل نمونہ دُنیا کے سامنے پیش کیا اور فرمایا "خَیْرُکُمْ خَیْرُکُمْ لِاَھْلِہٖ وَاَنَا خَیْرُکُمْ لِاَھْلِیْ" کہ تم میں سے سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ حُسنِ سلوک میں بہتر ہے اور مَیں تم سب سے بڑھ کر اپنے اہلِ خانہ کے ساتھ حُسنِ سلوک کرنے والا ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس دَورِ جہالت میں عورت کے ساتھ نفرت اور حقارت کے جذبات زائل کرنے کے لئے ہی ہمارے آقا و مولیٰ نے فرمایا کہ "مجھے دُنیا سے جو چیزیں سب سے زیادہ پیاری ہیں اُن میں اوّل نمبر پر عورتیں ہیں۔ پھر اچھی خوشبو مجھے محبوب ہے مگر میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز اور محبتِ الٰہی میں ہی ہے۔"

عورتوں کے لطیف جذبات اور ان کی نزاکت کا آپؐ کو بہت خیال تھا۔ ایک سفر میں آپؐ کی بیویاں اُونٹوں پر سوار تھیں کہ حُدی خواں انجشہ نامی نے اُونٹوں کو تیز ہانکنا شروع کر دیا۔ آنحضرتؐ فرمانے لگے "اے انجشہ! تیرا بھلا ہو۔ اِن نازک شیشوں کا خیال رکھنا۔ اِن آبگینوں کو ٹھوکر نہ لگے۔ یہ شیشے ٹوٹنے نہ پائیں۔ اُونٹوں کو آہستہ ہانکو۔" اِس واقعہ کے ایک راوی ابو قلابہؓ بیان کیا کرتے تھے کہ دیکھو رسول اللہؐ نے عورتوں کی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے اُن کو شیشے کہا۔ یہ محاورہ اگر کوئی اور استعمال کرتا تو تم لوگ عورتوں کے ایسے خیر خواہ کو کب جینے دیتے ضرور اُسے ملامت کرتے۔

اور بلا شُبہ یہ رسول اللہ [illegible] کا حوصلہ تھا کہ اِس صنفِ نازک کے حق میں آپؐ نے اُس وقت نعرہ بلند کیا جب سارا معاشرہ اِس کا مخالف تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ مرد ہو کر عورتوں کے حقوق کے سب سے بڑے علمبردار ہونے کا یہ واقعہ ایک ایسی مثال ہے جو ہمیشہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھی جاتی رہے گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اوّلین ذمہ داری یعنی اہلِ خانہ کے نان و نفقہ کا بطورِ خاص اہتمام فرماتے تھے۔ ہر چند کہ آپؐ کے گھر میں وہ دن بھی آئے جب دو دو ماہ

یک چُور ہے میں آگ نہ جلی اور صرف پانی اور کھجور پر گزارہ رہا۔
اپنے اہلِ خانہ کو حقّ المقدور قوت لایموت نہ صرف مہیا فرماتے
تھے بلکہ اپنی ذات سے زیادہ اہلِ خانہ کا فکر فرمایا کرتے
تھے۔خود بسا اوقات کھانا نہ ہونے کی صورت میں روزہ
کی نیت فرما لیتے تھے۔ایسے دن بھی آپ پر آئے جب سخت
فاقے سے نڈھال ہو کر بھوک کی شدت روکنے کے لئے
پیٹ پر سلیں باندھنی پڑیں لیکن اہلِ خانہ کا اپنے سے بڑھ کر
خیال رکھتے اور بوقتِ وفات بھی اپنی بیویوں کے نان ونفقہ
کے بارے میں تاکیدی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ان کا
خرچہ ان کو باقاعدگی کے ساتھ ادا کیا جائے۔اکثر یہ دُعا
کرتے اے اللہ! میرے اہل کو دُنیا میں قوت لایموت
ضرور عطا فرمانا۔

جہاں تک اہلِ خانہ سے آپ کی معاشرت کا تعلق ہے
آپ نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی۔بُرا بھلا نہیں کہا۔حضرت
عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک شخص کی اپنے رشتہ داروں
کے ساتھ بدسلوکی کا بڑے دُکھ کے ساتھ ذکر فرمارہے تھے
کہ اتنے میں وہ شخص آگیا آپ اُس کے ساتھ بہت نرمی
اور ملاطفت سے پیش آئے۔حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ
آپ تو اس کی بدسلوکی کا تذکرہ فرمارہے تھے پھر اُس کے
ساتھ اس قدر نرم کلامی کیوں اختیار کی۔آپ نے ایک جملہ
میں نہ صرف حضرت عائشہؓ کی حیرت کا جواب دے دیا بلکہ
خوش گفتاری کی اپنی دائمی صفت پر خود حضرت عائشہؓ کو
گواہ ٹھہراتے ہوئے فرمایا؛

یَا عَائِشَۃُ مَتٰی عَھِدْتِنِیْ فَحَّاشًا

اے عائشہؓ اس سے پہلے مَیں نے کب کسی سے بدکلامی
کی ہے جو آج کرتا۔

حضرت عائشہؓ فرمایا کرتی تھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کبھی کوئی درشت کلمہ اپنی زبان پر نہ لائے۔نیز
فرماتی ہیں کہ آپ تمام لوگوں سے زیادہ نرم خُو تھے اور
سب سے زیادہ کریم۔عام آدمیوں کی طرح بلا تکلف
گھر میں رہنے والے، آپ نے مُنہ پر کبھی تیوری نہیں
چڑھائی ہمیشہ مسکراتے ہی رہتے تھے۔حضرت عائشہؓ
کا یہ بھی بیان ہے کہ اپنی ساری زندگی میں آنحضرتؐ نے
اپنے کسی خادم یا بیوی پر ہاتھ نہیں اُٹھایا۔

آنحضرتؐ کی پہلی بیوی حضرت خدیجہؓ وہ عظیم خاتون
ہیں جنہوں نے رسولِ کریمؐ کے اخلاقِ عالیہ سے ہی متأثر
ہو کر از خود آپ کو شادی کا پیغام بھیجا تھا اور شادی
کے بعد بھی آپ کے اخلاقِ کریمہ کا ہی اثر تھا کہ حضرت
خدیجہؓ نے اپنا سارا مال اور سب غلام آنحضرتؐ کی نذر
کر دیئے اور آپ نے اُن سب غلاموں کو آزاد کر دیا۔
حضرت خدیجہؓ کی فدائیت کا یہ عالم تھا کہ اُنہوں نے
کبھی اپنے مال کی اِس بے دریغ تقسیم پر آپ سے
شکوہ نہیں کیا بلکہ ہمیشہ آپ کی تعریف میں رطب اللسان
ہی رہیں اور جب تک زندہ رہیں مکّہ کے شدید دورِ ابتلاء
میں آپ کی سپر اور پناہ بن کر رہیں۔

رسولِ کریمؐ کے ساتھ قریباً پندرہ برس کا طویل عرصہ
گزارنے کے بعد انہوں نے حضورؐ کے حُسنِ معاشرت کے
بارے میں جو گواہی دی وہ یہ تھی:

خدا تعالیٰ کبھی آپ کو ضائع نہیں کرسکتا کیونکہ آپ
صِلہ رحمی کرتے ہیں اور رشتہ داروں سے حُسنِ سلوک فرماتے
ہیں۔

ہمارے آقا و مولیٰ کی اہلی زندگی میں ایک نمایاں خُلق یہ
بھی نظر آتا ہے کہ آپ بیویوں کے نیک اوصاف کی قدر فرماتے
تھے چنانچہ حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں بلکہ اُن کی وفات کے بعد
بھی آپ نے کئی سال تک دوسری بیوی نہیں کی اور ہمیشہ محبت
اور وفا کے جذبات کے ساتھ حضرت خدیجہؓ کا محبت بھرا
سلوک یاد کیا۔آپ کی ساری اولاد جو حضرت خدیجہؓ کے بطن
سے تھی اس کی تربیت و پرورش کا خوب لحاظ رکھا۔نہ صرف
اُن کے حقوق ادا کئے بلکہ خدیجہؓ کی امانت سمجھ کر اُن سے
کمال درجہ محبت فرمائی۔حضرت خدیجہؓ کی بہن ہالہ کی آواز کان

میں پڑتے ہی کھڑے ہو کر اُن کا استقبال کرتے اور خوش
ہو کر فرماتے خدیجہؓ کی بہن ہالہ آئی ہیں۔ گھر میں کوئی جانور
ذبح ہوتا تو اُس کا گوشت حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں میں
بھجوانے کی تاکید فرماتے۔ الغرض آپؐ خدیجہؓ کی وفاؤں
کے تذکرے کرتے تھکتے نہ تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں
"مجھے کبھی کسی زندہ بیوی کے ساتھ اِتنی غیرت نہیں ہوئی
جتنی حضرت خدیجہؓ کے ساتھ ہوئی حالانکہ وہ میری شادی سے
تین سال قبل وفات پا چکی تھیں۔ کبھی تو میں اُکتا کر کہہ دیتی
یا رسول اللہؐ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اِتنی اچھی اچھی بیویاں
عطا فرمائی ہیں اب اس بڑھیا کا ذکر جانے بھی دیں۔ آپؐ
فرماتے نہیں نہیں خدیجہؓ اُس وقت میری ساتھی بنی جب
میں تنہا تھا۔ وہ اُس وقت میری سپر بنیں جب میں بے یار و
مددگار تھا۔ وہ اپنے مال کے ساتھ مجھ پر فدا ہو گئیں۔
اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اُن سے اولاد عطا کی۔ انہوں نے
اُس وقت میری تصدیق کی جب لوگوں نے جھٹلایا۔"

مدنی دَور میں آنحضرتؐ کو قومی ضرورت کی بناء پر متعدد
شادیاں کرنی پڑیں اور بیک وقت نَو بیویاں تک آپؐ کے
گھر میں رہیں مگر کبھی ان کی ذمہ داریوں سے گھبرائے
نہیں بلکہ نہایت حُسنِ انتظام اور کمال اعتدال اور عدل
و انصاف کے ساتھ سب کے حقوق ادا کئے اور سب کا
خیال رکھا۔ نمازِ عصر کے بعد سب بیویوں کو اُس بیوی
کے گھر میں اکٹھا کر لیتے جہاں آپؐ کی باری ہوتی تھی یوں
سب سے روزانہ اجتماعی ملاقات ہو جاتی تھی۔ ہر چند کہ
آٹھ دن کے بعد ایک بیوی کی باری آتی تھی مگر آنحضرتؐ
کی محبت و شفقت ایسی غالب تھی کہ ہر بیوی کو آپؐ کی
رفاقت پر ناز تھا۔ وہ ہر حال میں رسول اللہؐ کے ساتھ راضی
اور خوش رہتی تھیں۔ نہ صرف یہ کہ ان نَو بیویوں میں سے
کبھی کسی بیوی نے علیحدگی کا مطالبہ نہیں کیا بلکہ فتوحات
کے دَور میں بیویوں کے بعض دنیوی مطالبات کے جواب
میں جب سورۃ احزاب کی آیتِ تخییر اُتری جس میں بیویوں
کو مال و دولت اور اپنے حقوق لے کر رسول اللہؐ سے
علیحدہ ہو جانے کا اختیار دیا گیا اور ارشاد ہوا کہ

اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا
وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَ
اُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا۔

(الاحزاب: ۲۹)

تو رسولِ کریمؐ نے باری باری سب بیویوں سے اُن کی مرضی
پوچھی کہ وہ حضورؐ کے ساتھ فقر و غربت میں گذارہ کرنا پسند
کرتی ہیں یا جُدائی چاہتی ہیں تو سب بیویوں نے بلا توقف
یہی مرضی ظاہر کی کہ وہ کسی حال میں بھی رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو چھوڑنا گوارا نہیں کرتیں۔ سب سے پہلے جب
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہؓ کو یہ اختیار
دے کر اُن کی رائے لینا چاہی تو اِس خیال سے کہ نوعمری میں
ہیں کہیں جلدی میں کوئی غلط فیصلہ نہ کر ڈالیں ساتھ نصیحت
بھی فرمائی کہ اے عائشہؓ ایک نہایت اہم اور نازک معاملے
میں تمہیں حسبِ حکمِ الٰہی جو اختیار دینے والا ہوں اُس کے
بارے میں فیصلہ سوچ سمجھ کر اور والدین سے مشورہ کے
بعد کرنا۔ حضرت عائشہؓ خود بے شک نوعمر تھیں مگر اُن کا
کہنہ مشق جواب یہ تھا کہ:

یا رسول اللہؐ میں کس بارے میں اپنے ماں
باپ سے مشورہ کروں؟ کیا خدا کے رسولؐ سے
جُدائی اختیار کرنے کے بارے میں؟

حضرت عائشہؓ بڑے ناز سے فرمایا کرتی تھیں کہ شاید
رسول اللہؐ نے مجھے ماں باپ سے مشورہ کرنے کو اس لئے
کہا تھا کہ آپؐ جانتے تھے کہ میرے والدین مجھے ہرگز
رسولِ خداؐ سے جُدا ہونے کا مشورہ نہ دیں گے۔ بیویوں
کی اِس فدائیت کی وجہ دراصل آنحضرتؐ کا اِن کے ساتھ
بے تکلفانہ رہن سہن اور حُسنِ سلوک ہی تھا۔ باوجودیکہ تمام
دُنیا کی ہدایت اور ایک عالَم تک پیغامِ حق پہنچانے کی
ایک کٹھن ذمہ داری آپؐ کے نازک کندھوں پر تھی۔ آپؐ کو

بندوں کے حق ادا کرنے کے علاوہ اپنے مولیٰ کی عبادت
کا حق بھی پورا کرنا ہوتا تھا لیکن گھر کے کام کاج میں دوسری
ذمہ داریوں کی وجہ سے کوئی نقص واقع نہیں ہونے دیتے
تھے۔ آپؐ گھریلو کام کاج کو بھی اُتنا ہی اہم سمجھتے تھے جیسا کہ
دوسری ذمہ داریوں کو۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جو وقت آپؐ گھر پر ہوتے
تھے گھر والوں کی مدد اور خدمت میں مصروف رہتے تھے
یہاں تک کہ آپؐ کو نماز کا بلاوا آتا اور آپؐ تشریف لے جاتے۔

کسی نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم گھر میں کیا کیا کرتے تھے، فرمانے لگیں آپؐ تمام
انسانوں کی طرح ایک انسان تھے کپڑے کو خود پیوند لگا
لیتے تھے۔ بکری خود دوہ لیتے تھے اور ذاتی کام خود کر
لیا کرتے تھے۔

ایک اور موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ آپؐ اپنے کپڑے
خود ہی سِیتے تھے، جُوتے کو ٹانکا لگا لیتے تھے اور گھر کا ڈول
وغیرہ خود مرمت کر لیتے تھے۔ رات کو دیر سے گھر لوٹتے تو
کسی کو زحمت دیئے یا جگائے بغیر کھانا خود تناول فرما
لیتے۔

کوشش فرماتے کہ تمام بیویوں کے حقوق کی ادائیگی
میں سرِمُو فرق نہ آئے۔ جنگوں میں جاتے ہوئے جس بیوی
کو چاہتے ساتھ لے جا سکتے تھے مگر آپؐ نے کبھی یہ اختیار
استعمال نہیں کیا بلکہ ہمیشہ بیویوں میں سے کسی کو ساتھ
لے جانے کے لئے قرعہ اندازی فرماتے تھے اور جس کا
قرعہ نکلتا اُس کو ہمراہ لے جاتے تھے۔

ہر چند کہ سورۃ احزاب کی آیت تُرْجِيْ مَنْ تَشَآءُ
مِنْهُنَّ وَتُـْٔوِيْٓ اِلَيْكَ مَنْ تَشَآءُ میں ایک پہلو سے
خدا تعالیٰ کی طرف سے غیر معمولی اختیار مِل جانے کے بعد
آپؐ بیویوں کی مقررشدہ باری کے بھی پابند نہیں رہے تھے
مگر پھر بھی زندگی میں ایک دفعہ بھی آپؐ نے اِس اختیار کو
استعمال نہیں فرمایا کہ بلاوجہ معمول کی باریوں میں کوئی تفریق
کی ہو بلکہ حضرت عائشہؓ اپنے خاص اندازِ محبت میں عرض
کیا کرتی تھیں کہ اگر یہ اختیار مجھے ہوتا تو میں تو صرف آپؐ کے
حق میں یہ اختیار استعمال کرتی۔

آنحضرتؐ کے بیویوں کے درمیان انصاف کا یہ عالم
تھا کہ آخری بیماری میں بھی جب ازدواجی حقوق کی ادائیگی
کے بجائے آپؐ کی تیمارداری کا سوال کہیں زیادہ اہم تھا
اس وقت بھی آپؐ نے اِس دلی خواہش کے باوجود کہ حضرت
عائشہؓ جیسی مزاج شناس بیوی آپؐ کی تیمارداری کرے
آپؐ نے باری کی تقسیم کو مقدم رکھا البتہ حضرت عائشہؓ کی
باری کی تمنا کرتے ہوئے بار بار پوچھتے ضرور رہے کہ کل میری
باری کہاں ہے؟ یہاں تک کہ بیویوں نے خود ہی عائشہؓ کے
گھر میں آپؐ کو تیمارداری کی اجازت دی۔

اِتنے مخلصانہ عدل اور منصفانہ تقسیم کے بعد بھی ہمارے
آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جو تقویٰ کے بلند اور روشن
مینار پر فائز تھے بسا اوقات اِس خیال سے کہ دل کے
جذبوں اور طبعی میلان پر تو میرا کوئی اختیار نہیں اِس لئے
اگر سب بیویوں کے برابر حقوق ادا کرنے کے بعد بھی اگر
میلانِ طبع کسی بیوی کی جانب ہو گیا تو کہیں میرا مولیٰ ناراض نہ
ہو جائے۔ تب آپؐ یہ دعا کرتے تھے کہ اے اللہ تُو جانتا ہے
اور دیکھتا ہے کہ انسانی حد تک جو برابر منصفانہ تقسیم ہو سکتی
تھی وہ تو میں کرتا ہوں اور اپنے اختیار سے بری الذمہ ہوں۔
میرے مولیٰ اب دل پر تو میرا اختیار نہیں اگر اس کا جھکاؤ کسی
کی خوبی اور جوہر کی طرف ہے تو تُو مجھے معاف فرما۔

دینِ حق سے پہلے عورت کی ناقدری اور ذلّت کا ایک
اور پہلو یہ تھا کہ اپنے مخصوص ایام میں اُسے سب گھر والوں
سے جُدا رہنا پڑتا تھا۔ خاوند کے ساتھ بیٹھنا تو درکنار اہلِ
خانہ بھی اِس سے میل جول نہ رکھتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس معاشرتی بُرائی
کو دُور کیا اور آپؐ کی شریعت کے ذریعہ ہی یہ حکم اُترا کہ
حیض ایک تکلیف دہ عارضہ ہے اِن ایام میں صرف ازدواجی

تعلقات کی ممانعت ہے عام معاشرت ہرگز منع نہیں چنانچہ آنحضورؐ بیویوں کے مخصوص ایام میں اُن کا اور زیادہ لحاظ فرماتے۔ اُن کے ساتھ مل بیٹھتے۔ بستر میں اُن کے ساتھ آرام فرماتے اور ملاطفت میں کوئی کمی نہ آنے دیتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایامِ مخصوصہ میں بھی بسا اوقات ایسا ہوتا کہ میرے ساتھ کھانا تناول کرتے ہوئے حضورؐ گوشت کی ہڈی یا بوٹی میرے ہاتھ سے لے لیتے اور بڑی محبت کے ساتھ اُس جگہ مُنہ رکھ کر کھاتے جہاں سے مَیں نے اُسے کھایا ہوتا تھا۔ کئی دفعہ پانی پی کر برتن حضورؐ کو پکڑا دیتی تھی حضورؐ وہ جگہ ڈھونڈ کر جہاں سے مَیں نے پانی پیا ہوتا تھا وہاں مُنہ رکھ کر پانی پیتے تھے (اور یہ آپؐ کے پیار کا ایک انوکھا اور اَدنیٰ اظہار ہوتا تھا)

بیویوں میں سے کوئی بیمار پڑ جاتی تو آپؐ بذاتِ خود اُس کی تیمارداری فرماتے اور تیمارداری کا یہ سلوک کتنا نمایاں اور ناقابلِ فراموش ہوتا تھا اِس کا اندازہ حضرت عائشہؓ کی اُس روایت سے ہوتا ہے جو آپ فرماتی ہیں کہ واقعہ اِفک میں الزام لگنے کے بعد جب مَیں اتفاق سے بیمار پڑ گئی تو اُس وقت تک اپنے خلاف لگنے والے الزامات کی مجھے کوئی خبر نہ تھی البتہ ایک بات مجھے سخت کھٹکتی تھی کہ ان ایام میں مَیں آنحضرتؐ کی طرف سے محبت اور شفقت بھرا تیمارداری کا وہ کریمانہ سلوک محسوس نہیں کرتی تھی جو اِس سے پہلے بیماری میں آپؐ فرمایا کرتے تھے۔ واقعہ اِفک کے زمانہ کے دَوران تو بس اِتنا تھا کہ آپؐ میرے پاس آتے، سلام کرتے اور یہ کہہ کر کہ کیسی ہو واپس تشریف لے جاتے۔ اِس سے مجھے تکلیف ہوتی تھی کہ پہلے بیماری میں تو ناز اُٹھائے جاتے تھے اب اِن کو کیا ہو گیا ہے۔

یوں تو آپؐ سب بیویوں کی دلداری کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے مگر حضرت عائشہؓ کی کم سِنی کے ساتھ زیرکی اور ذہانت اور مزاج شناس ہونے کی وجہ سے اِن پر خاص شفقت ہوتی تھی۔ فرمایا کرتے تھے کہ عائشہؓ کی فضیلت باقی بیویوں پر ایسے ہے جیسے ثرید یعنی گوشت والے کھانے کو دوسرے کھانوں پر فضیلت ہوتی ہے۔ یہ بھی فرماتے تھے کہ بیویوں میں سے صرف عائشہؓ ہی ہے جن کے بستر میں بھی مجھے وحی ہو جاتی ہے۔ آپؐ حضرت عائشہؓ سے علم سیکھنے کے لئے بھی تلقین فرماتے تھے حضرت عائشہؓ کی کم عمری کی وجہ سے اُن کے ساتھ جو حُسنِ سلوک تھا اُس کو خود حضرت عائشہؓ یوں بیان فرماتی ہیں کہ :

" شادی کے بعد بھی مَیں آنحضرتؐ کے گھر میں گڑیاں کھیلا کرتی تھی۔ میری کچھ سہیلیاں میرے ساتھ کھیلنے آتی تھیں جب حضورؐ گھر میں تشریف لاتے تو وہ حضورؐ کے رُعب سے بھاگ جاتیں حضورؐ میری خاطر اُن کو اکٹھا کر کے واپس گھر میں لاتے اور وہ میرے ساتھ کھیلتی رہتیں "۔

آپؐ بیویوں کے ساتھ اُن کی دلچسپی اور ان کے معیار کے مطابق باتیں کرنا پسند فرماتے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ ہم کمرے میں تھے ہَوا کا جھونکا آیا تو اُس الماری کا پردہ ہٹ گیا جس کے پیچھے میری کھیلنے کی گڑیاں رکھی تھیں رسولِ کریمؐ دیکھ کر فرمانے لگے اے عائشہؓ یہ کیا ہے؟ مَیں نے عرض کی حضورؐ میری گڑیاں ہیں۔ حضورؐ اِس توجہ سے یہ سب کچھ ملاحظہ فرما رہے تھے کہ گڑیوں کے درمیان میں چمڑے کے دو پَروں والا جو ایک گھوڑا آپؐ نے دیکھا اُس کے بارے میں پوچھا کہ عائشہؓ یہ اِن گڑیوں کے درمیان میں کیا رکھا ہے۔ مَیں نے کہا گھوڑا ہے۔ آپؐ پَروں کی طرف اشارہ کر کے فرمانے لگے اِس کے اُوپر کیا لگا ہے۔ مَیں نے کہا اِس گھوڑے کے دو پَر ہیں۔ تعجب سے فرمانے لگے گھوڑے کے دو پَر۔ مَیں نے کہا آپ نے سُن نہیں رکھا کہ سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے پَر ہوتے تھے۔ اِس پر آنحضرتؐ ہنسے اتنا ہنسے کہ مجھے آپؐ کے دانت نظر آنے لگے۔

سفروں میں جو بیوی ہمراہ ہوتی اُس کے آرام اور

دلداری کا خاص خیال رکھتے۔ روایات میں حضرت عائشہؓ کا ہار ایک سے زیادہ مرتبہ گم ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ ایک ایسے ہی موقعے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کمال شفقت سے حضرت عائشہؓ کے ہار کی تلاش میں کچھ لوگ بھجوائے اور نتیجۃً اسلامی لشکر کو اُس جگہ پڑاؤ کرنا پڑا جہاں پینے کے لئے پانی میسر تھا نہ وضوء کے لئے۔ ایسی صورت میں حضرت عائشہؓ کے والد حضرت ابو بکرؓ بھی آپؓ سے ناراض ہو گئے اور سختی سے اُنہیں فرمانے لگے:

تم ہر سفر میں ہی مصیبت اور تکلیف کے سامان پیدا کر دیتی ہو۔ مگر آنحضرتؐ نے کبھی ایسے موقع پر حضرت عائشہؓ کو جھڑکا تک نہیں حالانکہ اُن کی وجہ سے آپؐ کو پورے لشکر کا پروگرام بدلنا پڑا اور تکلیف بھی اُٹھانی پڑی۔ گھر میں تو اس دلداری کے نظارے اکثر وبیشتر دیکھنے میں آتے تھے۔ عید کا دن ہے۔ حضرت عائشہؓ کے گھر میں کچھ بچیاں دَف بجا کر جنگِ بُعاث کے نغمے گا رہی ہیں۔ اِتنے میں حضرت ابو بکرؓ تشریف لاتے ہیں اور اپنی بیٹی حضرت عائشہؓ کو ڈانٹتے ہیں کہ رسول اللہؐ کے گھر میں یہ گانا بجانا کیسا؟ آنحضرتؐ حضرت عائشہؓ کی طرفداری کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اے ابو بکرؓ! ہر قوم کی ایک عید ہوتی ہے آج مسلمانوں کی عید ہے اِن بچیوں کو کچھ خوشی کر لینے دو۔

ایک اَور عید کے موقع پر اہلِ حبشہ مسجد نبویؐ کے وسیع دالان میں جنگی کرتب دکھا رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں کہ کیا تم بھی یہ کرتب دیکھنا پسند کرو گی اور پھر اُن کی خواہش پر آنہیں اپنے پیچھے کر لیتے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپؐ دیر تک آپؐ کے پیچھے کھڑی رہیں اور آپؐ کے کندھے پر ٹھوڑی رکھے آپؐ کے رخسار کے ساتھ رخسار ملا کے یہ کھیل دیکھتی رہیں آپؐ بوجھ سہارے کھڑے رہے یہاں تک کہ میں خود تھک گئی۔ آپؐ فرمانے لگے اچھا کافی ہے تو پھر اب گھر چلی جاؤ۔

حضرت عائشہؓ یہ واقعہ سُنا کر فرمایا کرتی تھیں کہ نوعمر لڑکیوں کو کھیل تماشا کا جو شوق ہوتا ہے دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اِس کا کتنا لحاظ رکھتے تھے اور اُن کی ہر جائز خواہش پورا کرنے میں کوئی تامّل نہیں فرماتے تھے۔

ہر چند کہ حضرت عائشہؓ سے شادی کے وقت آپؐ کی عمر کا تفاوت چالیس برس سے بھی زائد تھا جو بہت سنجیدگی اور تکلّف پیدا کر سکتا تھا مگر ایسا نہیں ہوا۔ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کی دِل لگی اور ناز برداری کے لئے کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی۔ اُن کا دل بہلانے کے لئے آپؐ ہمیں کہانیاں سُناتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔ ایک دفعہ آپؐ نے حضرت عائشہؓ کو تیرہ عورتوں کی ایک کہانی سُنائی جنہوں نے ایک دوسرے کو اپنے خاوندوں کے کچے چٹھے خوب خوب کھول کر سنائے مگر ایک عورت اُمِّ زرعہ جسے اُس کے خاوند ابو زرعہ نے کہانی کے مطابق بعد میں طلاق دے کر اَور شادی کر لی تھی اُس نے اپنے خاوند کی جی بھر کر تعریف کی اور کہا کہ ابو زرعہ جیسا خاوند مشکل سے ہی ملتا ہے۔ رسول کریمؐ یہ کہانی سُنا کر حضرت عائشہؓ سے فرمانے لگے تمہاری اور میری مثال اُمِّ زرعہ اور ابو زرعہ کی سی ہے تم میری اُمِّ زرعہ ہو اور مَیں تمہارا ابو زرعہ ہوں مگر دیکھنا ابو زرعہ نے تو اُمِّ زرعہ کو طلاق دے دی تھی مَیں تمہیں طلاق ہرگز نہ دوں گا۔

حضرت عائشہؓ کے جذبات کا جس قدر خیال ہوتا تھا اُس کا اندازہ اِس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ فارس کا ایک باشندہ رسولِ کریمؐ کا ایک ہمسایہ تھا جو سالن بہت عمدہ پکاتا تھا اُس نے ایک دن رسول کریمؐ کے لئے کھانا تیار کیا اور پھر آپؐ کو بُلانے آیا۔ حضرت عائشہؓ اُس وقت پاس ہی تھیں آپؐ نے ان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ بھی ساتھ آ جائیں (غالباً اُس نے تکلّف اور زیادہ اہتمام کے اندیشے سے نفی میں جواب دیا۔ آپؐ نے فرمایا پھر مَیں بھی نہیں آتا۔ تھوڑی دیر بعد وہ دوبارہ بُلانے آیا تو آپؐ نے فرمایا کہ میری بیوی بھی ساتھ آ جائے۔ اُس نے

باقی صفحہ ۳۰ پر

اللہ تعالیٰ

جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ

ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے، اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دَف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کیلئے لوگوں کے کان کھلیں۔ (کشتیٔ نوحؑ صـ۲۰)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

"بعد از خدا بعشق محمدؐ مخمرم
گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم"

(۱) اعلیٰ درجہ کا نور

اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسان کامل کو وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا، آفتاب میں نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا، وہ لعل اور یاقوت اور زمرد میں بھی نہیں تھا۔ غرض وہ کسی چیز ارضی و سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں تھا یعنی انسان کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ و ارفع فرد ہمارے سید و مولیٰ سید الانبیاء۔ سید الاحیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (آئینہ کمالات اسلام صـ۱۶۰)

(۲) اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو! اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق و مغرب میں آباد ہو! میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت کرتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔
(تریاق القلوب صـ۴)

(۳) دنیا میں کروڑہا ایسے پاک فطرت گزرے ہیں اور آگے بھی ہوں گے۔ لیکن ہم نے سب سے بہتر اور سب سے اعلیٰ اور سب سے خوب تر اس مردِ خدا کو پایا جس کا نام ہے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ (چشمۂ معرفت صـ۲۸۸)

عجب نوریست در جانِ محمدؐ | عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش | محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ

آخری وصیت

... سو آخری وصیت یہی ہے کہ ہر ایک روشنی ہم نے رسول نبی اُمی کی پیروی سے پائی ہے اور جو شخص پیروی کرے گا وہ بھی پائے گا۔ اور ایسی قبولیت اس کو ملے گی کہ کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں رہے گی۔ زندہ خدا جو لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ اس کا خدا ہوگا اور جھوٹے خدا سب اس کے پیروں کے نیچے اور کچلے جائیں گے۔ وہ ہر ایک جگہ مبارک ہوگا اور الہٰی قوتیں اس کے ساتھ ہوں گی۔ والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔ (سراج منیر صفحہ ۸۲)۔

میرا عقیدہ

مجھے اللہ جل شانہٗ کی قسم ہے کہ میں کافر نہیں

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

میرا عقیدہ ہے اور لٰکن رسول اللہ وخاتم النّبیین پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت میرا ایمان ہے۔ میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالیٰ کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حرف ہیں اور جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خدا تعالیٰ کے نزدیک کمالات ہیں۔ کوئی عقیدہ میرا اللہ اور رسول کے فرمودہ کے برخلاف نہیں اور جو کوئی ایسا خیال کرتا ہے خود اس کی غلط فہمی ہے اور جو شخص مجھے اب بھی کافر سمجھتا ہے اور تکفیر سے باز نہیں آتا وہ یقیناً یاد رکھے کہ مرنے کے بعد اس کو پوچھا جائیگا۔ میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا خدا اور رسول پر وہ ایمان ہے کہ اگر اس زمانہ کے تمام ایمانوں کو ترازو کے ایک پلہ میں رکھا جائے اور میرا ایمان دوسرے پلہ میں تو بفضلہ تعالیٰ یہی پلہ بھاری ہوگا۔ (کرامات الصادقین صفحہ ۲۵)

عظیم الشّان فتح

میں بڑے دعوٰی اور استقلال سے کہتا ہوں کہ میں سچ پر ہوں اور خدائے تعالیٰ کے فضل سے اس میدان میں میری ہی فتح ہے، اور جہاں تک میں دوربین نظر سے کام لیتا ہوں تمام دنیا اپنی سچائی کی تحت اقدام دیکھتا ہوں اور قریب ہے کہ میں ایک عظیم الشان فتح پاؤں کیونکہ میری زبان کی تائید میں ایک اور زبان بول رہی ہے، اور میرے ہاتھ کی تقویت کے لئے ایک اور ہاتھ چل رہا ہے جس کو دنیا نہیں دیکھتی مگر میں دیکھ رہا ہوں۔ میرے اندر ایک آسمانی روح بول رہی ہے۔ جو میرے لفظ لفظ اور حرف حرف کو زندگی بخشتی ہے اور آسمان پر ایک جوش اور ابال پیدا ہوا ہے جس نے ایک پتلی کی طرح اس مشتِ خاک کو کھڑا کر دیا ہے۔ ہر یک وہ شخص جس پر توبہ کا دروازہ بند نہیں عنقریب دیکھ لے گا کہ میں اپنی طرف سے نہیں ہوں۔ کیا وہ آنکھیں بینا ہیں جو صادق کو شناخت نہیں کر سکتیں؟ کیا وہ بھی زندہ ہے جس کو آسمانی صدا کا احساس نہیں؟

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۳)

مسیحؑ جو آنے والا تھا یہی ہے،

چاہے تو قبول کرو، جِس کسی کے کان سنتے ہوں سُنے،

یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور لوگوں کی نظر میں عجیب!

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پاکیزہ اور دلکش منظوم کلام

دیکھو خدا نے ایک جہاں کو جھکا دیا　　گمنام پا کے شہرۂ عالم بنا دیا

جو کچھ مِری مُراد تھی سب کچھ دکھا دیا　　میں اک غریب تھا مجھے بے انتہا دیا

اِک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا　　میں خاک تھا اُسی نے ثریّا بنا دیا

میں تھا غریب و بے کس و گمنام و بے ہُنر　　کوئی نہ جانتا تھا کہ ہے قادیاں کدھر

لوگوں کی اِس طرف کو ذرا بھی نظر نہ تھی　　میرے وجود کی بھی کسی کو خبر نہ تھی

اب دیکھتے ہو کیسا رجوعِ جہاں ہُوا
اِک مرجعِ خواص یہی قادیاں ہُوا

تیرے کاموں سے مجھے حیرت ہے اَے میرے کریم　　کس عمل پر مجھ کو دی ہے خلعتِ قرب و جوار

یہ سراسر فضل و احساں ہے کہ میں آیا پسند　　ورنہ درگہ میں تری کچھ کم نہ تھے خدمت گزار

اے مرے پیارے فدا ہو تجھ پہ ہر ذرّہ مرا
پھیر دے میری طرف اے سارباں جگ کی مہار

مکرمہ و محترمہ قانتہ شاہدہ صاحبہ، ایم اے
اہلیہ مکرم و محترم مولانا عطاء المجیب صاحب راشد
مشنری انچارج انگلستان

آج ہمارے لئے اپنی خوش بختی اور سعادت پر سجدات شکر بجالانے کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ہمیں یہ روز سعید دیکھنا نصیب فرمایا۔ یہ وہ مبارک دن ہے جس کا تصور ایک لمبے عرصہ سے دلوں کو گرماتا رہا۔ ہاں یہی وہ مبارک دن ہے جس کا انتظار کرتے اور راہ تکتے تکتے ہزاروں اس دنیا سے رخصت ہو گئے جو حسین تصورات اور تمنائیں ان بزرگوں کے سینوں میں زیر زمین دفن ہو گئیں۔ الحمدللہ کہ آج یہ روح پرور مناظر ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں۔ ساعت سعد آگئی اور جس دن کا انتظار تھا وہ طلوع ہوا احمدیت کی پہلی صدی کا سورج کامیابیوں اور کامرانیوں کی ضوفشانی کے بعد غروب ہوا تو خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدیت کی دوسری صدی کا سورج پہلے سے بہت بڑھ کر خدائی فضلوں اور بشارتوں کی نوید لے کر ہم سب پر طلوع ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ غیر معمولی سعادت ہمارے لئے اور ہماری نسلوں کے لئے مبارک کرے اور ہمیں ان سب فضلوں کا مورد و مستحق بنائے جو اس اگلی صدی میں اس نے مقدر فرما رکھے ہیں۔

حق یہ ہے کہ کسی شخص کا حقیقی مقام اور منصب وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی نظر میں ہو اور جو اس کی طرف سے عطا کیا گیا ہو ورنہ دنیا کے عطا کردہ مناصب کی بارگاہِ الٰہی میں کوئی قدر و منزلت نہیں اور نہ ان کی کوئی حیثیت ہے۔ اس بنیادی اصل کی روشنی میں دیکھا جائے تو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ امتیازی شان حاصل ہے کہ آپؑ کو خود خالق کائنات، رب العزت نے اپنی درگاہ سے مقامات روحانیہ عطا فرمائے۔ اور خدا تعالیٰ کے پاک کلام میں اس کا تذکرہ بڑی کثرت سے ملتا ہے۔ ان خداداد مقامات کے بیان سے قبل میں یہ ذکر کرنا چاہوں گی کہ ان مقامات کی کنہہ تک پہنچنا اور ان مقامات کا حقیقی ادراک انسانی طاقت سے باہر ہے کوئی سننے والا شاید اس بات کو مبالغہ سمجھے لیکن یہ بات ایک حقیقت ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک وحی میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر نازل ہوئی ستر بار یہ فرمایا کہ

أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةٍ لَا يَعْلَمُهَا الْخَلْقُ

کہ میری نظر میں تیرا وہ بلند مقام ہے جس کا لوگوں کو علم نہیں اور نہ پورے طور پر ہو سکتا ہے۔

اس عظمتِ مقام کی بنیادی طور پر دو وجوہات ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ بنیادی طور پر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں ساری دنیا کی اصلاح اور راہنمائی کے لئے آپؑ کو مامور فرمایا ہے گویا اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہونا اور اس کے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہونا، اسی کے ہاتھ سے قائم کئے جانا اور اس کی تائید و نصرت سے ہر خدمت کو سرانجام

دینا ـــ یہ آپؑ کے دعویٰ کی بنیادی اساس ہے ۔ ظاہر ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ کے ناپیدا کنار سمندرِ فیضان سے حصّہ وافر عطا کیا گیا ہو اور جو خدا تعالیٰ کو اپنی توحید و تفرید کی طرح عزیز اور پیارا ہو اس کی شان اور عظمت کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں ۔

أَنْتَ مِنِّيْ بِمَنْزِلَةِ تَوْحِيْدِيْ وَتَفْرِيْدِيْ

کے الفاظ آپؑ کے انتہائی بلند مقام قرب کو بیان کرتے ہیں جس پر خدا تعالیٰ نے آپ کو سرفراز فرمایا ۔

دوسری وجہ اس عظمتِ شان کی یہ ہے کہ آپؑ کو جملہ مقاماتِ قرب اس وجہ سے عطا ہوئے کہ آپؑ نے یہ ساری دولت محبوب کبریا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل اور ان کے وسیلہ سے حاصل کی ۔ آنحضرت صلعم سے آپ کا عشق اور فدائیت اس عظمت اور رفعت کو پہنچا ہوا تھا جس کی نظیر ساری امت مسلمہ میں نظر نہیں آتی ۔ چنانچہ فرشتوں نے بھی جب دنیا پر نظر ڈالی تو انہیں یہی گوہرِ آبدار نظر آیا جو فخر موجودات' وجہ تخلیقِ کائنات حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا عاشق تھا ۔ چنانچہ انہوں نے ربّ العزت کے حضور عرض کیا

هٰذَا رَجُلٌ يُحِبُّ رَسُوْلَ اللّٰهِ

کہ یہ وہ آدمی ہے جو رسول اللہؐ سے واقعی بے مثال محبت رکھتا ہے' چنانچہ آیت کریمہ میں مذکورہ وعدۂ الٰہی کے مطابق کہ

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

رسولِ مقبول صلعم کا یہ عاشقِ صادق اللہ تعالیٰ کا محبوب بن گیا چنانچہ آپؑ خود فرماتے ہیں ۔

"میرے لئے اس نعمت کا پانا ممکن نہ تھا اگر میں اپنے سید و مولیٰ فخر الانبیاء اور خیر الوریٰ حضرت محمد مصطفٰے صلعم کی راہوں کی پیروی نہ کرتا ۔ سو میں نے جو کچھ پایا اس پیروی سے پایا ۔ (حقیقۃ الوحی)

ایک اور جگہ فرمایا :

"یہ شرف مجھے محض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی سے حاصل ہوا ۔ اگر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نہ ہوتا اور آپؐ کی پیروی نہ کرتا تو اگر دنیا کے تمام پہاڑوں کے برابر میرے اعمال ہوتے تو پھر بھی میں کبھی یہ شرف مکالمہ مخاطبہ ہرگز نہ پاتا" ۔ (تجلیات الٰہیہ صفحہ ۲۴)

پھر آپؑ فرماتے ہیں : ؎

این چشمۂ رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمدؐ است

گویا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہر مقام اور ہر منصب آپؑ کے اور ہمارے آقا حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے طفیل ہے ۔ آپؑ کی فدائیت کا پھل ہے' آپؐ کی خالص محبت اور اطاعت کا کرشمہ ہے' آپؐ کے نور کا پرتو ہے ۔ سچ فرمایا حضرت مسیح پاک نے : ؎

وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام جاننے کیلئے جب ہم قرآن مجید پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ سورۃ جمعہ میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کی آمد کی خبر اور آپؑ کے عظیم مقام کی تعیین

"وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ"

کے الفاظ میں فرمائی ہے ۔ اس آیتِ کریمہ کی تشریح اس حدیث میں ملتی ہے جسمیں آتا ہے کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ صلعم یہ آخرین کون ہیں تو آپؐ نے حضرت سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا

لَوْ كَانَ الْاِيْمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رَجُلٌ أَوْ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ ۔ (بخاری)

یعنی اگر ایک وقت ایمان ثریا تک بھی چلا گیا تو اہل فارس کی نسل سے ایک یا ایک سے زیادہ لوگ اسے واپس لے آئیں گے ۔" اس میں دراصل مہدیٔ موعود کی آمد کی خبر ہے جو دراصل موعود اقوام عالم ہے تیرہویں صدی کے آخر میں دنیا کی مختلف قومیں ایک ہادیٔ رہنما کی منتظر تھیں ۔ مسلمان ایک مہدی کا انتظار کر رہے تھے تو عیسائی مسیحؑ کی آمد ثانی کا ۔ اور ہندو ایک کرشن کا ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد سے وہ تمام وعدے پورے ہو گئے جو مختلف قوموں میں ایک رہنما کے آنے کے متعلق کئے گئے تھے ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً

جَرِيُّ اللّٰهِ فِيْ حُلَلِ الْاَنْبِيَآءِ

کا خطاب دیا ۔ اسی مضمون کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک شعر میں یوں بیان فرمایا ہے :

میں کبھی آدمؑ، کبھی موسیٰؑ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

یعنی آپؑ ان تمام انبیاء کی جملہ صفات کے جامع تھے، اور آپؑ

کا سب سے بڑا اعزاز اور انتہائی بلند مقام تو آپ کا خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہونے کا مقام ہے اور یہ مقام خود اللہ تعالیٰ نے آپ کو الہاماً بتایا۔ جیسا کہ آپؑ کو الہام ہوا۔

"قُلْ إِنِّيْ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ" (تذکرہ)

یعنی تو کہہ دے کہ میں خدا کی طرف سے مامور ہوں ۔ اور میں سب سے پہلے ایمان لانے والا ہوں"۔

اس الہام میں آپ کی شانِ ماموریت کو رسالت و نبوّت سے تعبیر کرتے ہوئے بتا دیا گیا کہ آپؑ قرآنی پیشگوئی

هُوَ الَّذِيْ أَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ"۔ کے مِصداق ہیں ۔ اور آپؑ ہی کے ہاتھوں دینِ خدا کو دلائل و براہین کے ذریعہ سے سبھی ادیانِ عالم پر روحانی غلبہ مقدر ہے ۔ غرض ماموریت کے اس پہلے الہام ہی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپؑ کے حقیقی منصب کی نشاندہی کر دی گئی۔

قرآن کریم کے علاوہ احادیث میں بھی تیرہویں صدی میں آنے والے مسیح و مہدی موعود کئی جگہ موجود ہے ۔ اور ان احادیث سے اس مسیح و مہدی موعود کی عظمت مقام اور بلند شان کا علم ہوتا ہے ۔ مثلاً سنن ابن ماجہ (جلد سوم ص۳۳۱ مطبوعہ اہل حدیث اکیڈمی کشمیری بازار، لاہور) کی ایک حدیث ہے ۔

"إِذَا رَأَيْتُمُوْهُ فَبَايِعُوْهُ وَلَوْ حَبْوًا عَلَى الثَّلْجِ فَإِنَّهٗ خَلِيْفَةُ اللّٰهِ الْمَهْدِيُّ"۔

یعنی جب تم اُس (مہدیؑ موعود) کو دیکھو تو اس کی بیعت کرو اگرچہ برف پر سے گھٹنوں کے بل گھسٹتے ہوئے جانا پڑے ۔ کیونکہ وہ اللہ کا ہدایت یافتہ خلیفہ ہے ۔

اسی طرح درِ منثور میں لکھا ہے فَلْيَقْرَأْهُ مِنِّي السَّلَامُ (جلد ۲ ص۲۴۵)

کہ جو کوئی بھی اس مہدی کے زمانہ کو پائے اور اس سے ملے تو اسے میرا سلام کہئے اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں کس قدر بلند تھا۔ دنیا میں دو ہی آدمیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سلام بھیجا ہے، ایک حضرت اُویس قرنی اور دوسرے امام مہدی علیہ السلام حدیث کی کتاب بحار الانوار (جلد ۱۳ ص۱۰) میں آپ کا بلند مقام یوں بیان ہوا ہے ۔

يُقِيْمُ النَّاسَ عَلٰى مِلَّتِيْ وَشَرِيْعَتِيْ وَيَدْعُوْهُمْ إِلٰى كِتَابِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ أَطَاعَهٗ أَطَاعَنِيْ وَمَنْ عَصَاهُ عَصَانِيْ

یعنی" امام مہدی لوگوں کو میرے دین اور شریعت پر قائم کریگا اور انہیں خدائے عزّوجل کی کتاب قرآن کریم کی طرف بلائے گا ۔ جو کوئی اس کی یعنی امام مہدی کی اطاعت کرے گا تو گویا کہ اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی تو گویا اس نے میری نافرمانی کی ۔

احادیث کے بعد علمائے اسلام کا نمبر آتا ہے، جب ہم اس لحاظ سے جائزہ لیتے ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہایت عظیم اور بلند مقام پر پاتے ہیں ۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب خیر الکثیر (ص۷۲) پر لکھتے ہیں :

"حَقٌّ أَنْ يَنْعَكِسَ فِيْهِ أَنْوَارُ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ"

یعنی حق یہ ہے کہ امام مہدی کے وجود میں سیّد المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار کا عکس ہوگا ۔

نیز اسی کتاب میں آپ آگے چل کر لکھتے ہیں :

"هُوَ شَرْحٌ لِلْإِسْمِ الْجَامِعِ الْمُحَمَّدِيِّ وَنُسْخَةٌ مُنْتَسِخَةٌ مِنْهُ ۔ فَشَتَّانَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ أَحَدٍ مِّنَ الْأُمَّةِ"۔

یعنی آنے والا مہدی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام محمد کی جامع اور بہترین تشریح کا حکم رکھتا ہے ۔ گویا کہ وہ ہو بہو اس کی نقل اور شبیہہ ہے ۔ پس اس کے اور امّت کے کسی بھی اور فرد کے درمیان بہت نمایاں فرق ہوگا ۔

مہدیؑ موعود کے متعلق شیخ محی الدین ابن عربی نے اپنی کتاب شرحِ فصوص الحکم میں یوں تحریر فرمایا :

"إِنَّ الْمَهْدِيَّ الَّذِيْ يَخْرُجُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ يَكُوْنُ جَمِيْعُ الْأَنْبِيَاءِ تَابِعِيْنَ لَهٗ فِي الْعُلُوْمِ وَالْمَعَارِفِ لِأَنَّ قَلْبَهٗ قَلْبُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

یعنی یقیناً وہ مہدی جو آخری زمانہ میں ظہور کرے گا دیگر سب انبیاء علوم و معارف میں اس کے تابع ہوں گے ۔ کیونکہ اس کا دل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دل ہوگا ۔

میرے مضمون کا دوسرا حصہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کے متعلق ہے ۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہیئے کہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو کس غرض سے مبعوث فرمایا ہے اور آپؑ کا مشن کیا متعین فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ماموریت کا پہلا الہام کیا جو کئی فقرات پر مشتمل ہے۔ اس میں آپؑ کی بعثت کی غرض یہ بتائی کہ "هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ"۔

گویا وہی آیت کریمہ آپؑ کو الہاماً بتائی گئی جو قرآن مجید میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مشن کو بیان کرنے والی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ آپ کی بعثت کی غرض اشاعت اسلام اور غلبہ اسلام بر ادیانِ دیگر ہے۔ اور اس آیت کی نسبت تو شیعہ اور سنی دونوں مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ غلبہ دین مسیح موعود مہدی معہود کے ذریعہ ہوگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ میں ظاہر ہونے والے امام کو چودہویں صدی کا مجدد، نیز مسیح و مہدی قرار دیا ہے اور حدیث کی رو سے آپ کی بعثت کا مقصد ہی احیائے دین اسلام، قیام شریعت اسلامیہ حقہ اور تکمیل اشاعت اسلام ہے اور تینوں کاموں کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلام دیگر تمام ادیان پر غالب آجائے گا۔ اب اس کے بعد میں چند احادیث کا ذکر کروں گی۔ ایک حدیث میں آیا ہے :

"يُحْيِي الدِّينَ وَيُقِيمُ الشَّرِيعَةَ"

یعنی وہ دین اسلام کو زندہ کرے گا اور شریعت کو قائم کرنے والا ہوگا۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اور کام یہ بیان کیا گیا ہے کہ

"يَكْسِرُ الصَّلِيبَ وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيرَ"

یعنی مسیح موعود صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا مراد ہے دلائل و براہین کے ذریعہ سے ایسا کرے گا۔

سورۃ جمعہ کی آیت وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ اس کی تشریح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک

"لَوْ كَانَ الْإِيمَانُ مُعَلَّقًا بِالثُّرَيَّا لَنَالَهُ رَجُلٌ أَوْ رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ"۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی عظمت کو بیان کرتا ہے صحابہؓ نے تو صرف یہ پوچھا تھا کہ وہ لوگ کون ہوں گے اور آپؐ نے مکمل جواب دے کر ان کی ایسی تسلی کر دی کہ مزید سوال کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اس میں ایک تو یہ بتایا کہ آخرین سے مراد مہدی موعود کے ماننے والے ہوں گے، پھر یہ بتایا کہ وہ مہدی اہل فارس میں سے ہوگا اور ساتھ ہی اس کا کام بھی بتا دیا کہ اسلام جس کا صرف نام ہی اس زمانہ میں باقی رہ جائے گا اور ایمان جاتا رہے گا تو مہدیٔ موعود آکر پھر سے دین اسلام کو زندہ کرے گا اور لوگوں کے دلوں میں ایمان بیدار کرے گا۔ گویا احیائے اسلام، اور قیام شریعتِ اسلامیہ مسیح موعود کا حقیقی مشن ہے۔

یہ تو وہ مشن اور کام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر بیان پہنچائے۔ جو احادیث کی صورت میں ہم تک پہنچے۔ اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات میں سے چند حوالے پیش کروں گی جن میں آپؑ نے خود اپنی آمد کا مقصد اور مشن بیان فرمایا ہے۔ آپؑ فرماتے ہیں :

"وہ کام جس کے لئے خدا نے مجھے مامور فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ خدا میں اور اس کی مخلوق کے رشتہ میں جو کدورت واقع ہو گئی ہے اس کو دور کر کے محبت اور اخلاص کے تعلق کو دوبارہ قائم کروں اور سچائی کے اظہار سے مذہبی جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کی بنیاد ڈالوں۔ اور وہ دینی سچائیاں جو دنیا کی آنکھ سے مخفی ہو گئی ہیں ان کو ظاہر کروں اور وہ روحانیت جو نفسانی تاریکیوں کے نیچے دب گئی ہے اس کا نمونہ دکھلاؤں اور خدا کی طاقتیں جو انسان کے اندر داخل ہو کر توجہ یا دعا کے ذریعہ نمودار ہوتی ہیں، حال کے ذریعہ سے نہ محض قال سے ان کی کیفیت بیان کروں، اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ خالص اور چمکتی ہوئی توحید جو ہر ایک قسم کے شرک کی آمیزش سے خالی ہے جو اب دنیا سے نابود ہو چکی ہے اس کا دوبارہ قوم میں دائمی پودا لگا دوں، اور یہ سب کچھ میری قوت سے نہیں ہوگا بلکہ اس خدا کی طاقت سے ہوگا جو آسمان اور زمین کا خدا ہے"

(لیکچر لاہور ص۴۷)

ایک اور جگہ آپ اپنی بعثت کا مقصد یوں بیان فرماتے ہیں:

"دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھوں وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے" (تذکرۃ الشہادتین ص۶۷)

پھر آپؑ اپنی بعثت کا مقصد جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکمل غلامی اور اتباع کے نتیجہ میں عالمگیر بعثت ہے، (بقیہ ص۲۵)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بارہ میں بچوں کے یاد رکھنے کی باتیں

- آپ کا نام : حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام،
- آپ کے والد کا نام : حضرت مرزا غلام مرتضےٰ صاحب
- آپ کے دادا کا نام : حضرت مرزا عطا محمد صاحب
- آپ کی والدہ کا نام : حضرت چراغ بی بی صاحبہ
- آپ کے خاندان کا نام : مغل شاخ برلاس' امتیازی لقب "مرزا"،
- تاریخ پیدائش : ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء بروز جمعہ بوقت نماز فجر قادیان
- آپ کی ولادت : توام تھی یعنی ایک لڑکی پیدا ہوئی جو جلد فوت ہوگئی
- دعویٰ ماموریت : مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ : ۱۸۹۱ء
- پہلی بیعت : ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء بمقام لدھیانہ - حضرت مولوی
  اور بنیاد جماعت : نورالدین صاحب رضؓ سب سے پہلے بیعت کرنیوالے تھے
- جلسہ سالانہ کی بنیاد : دسمبر ۱۸۹۱ء - جس میں ۷۵ اصحاب شامل ہوئے
- منارۃ المسیح کی بنیاد : تحریک ۲۸ مئی ۱۹۰۰ء، بنیاد ۱۹۰۳ء
- آپ کی وفات : ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ساڑھے دس بجے وفات پائی .
- آپ کی عمر : شمسی حساب سے ۷۳ سال اور قمری حساب سے ۷۵ سال،
- آپ کی تصانیف : ۸۴ سے زائد کتابیں تصنیف فرمائیں .
- آپکی چند مشہور تصانیف : براہین احمدیہ، فتح اسلام، حقیقۃ الوحی، تریاق القلوب، کشتیٔ نوح، ضرورۃ الامام، آئینہ کمالات اسلام، انجام آتھم، اسلامی اصول کی فلاسفی، الوصیت، تحفہ گولڑویہ، مسیح ہندوستان میں،
- آپ کے چند مشہور صحابہ : حضرت مولوی نورالدین رضؓ خلیفۃ المسیح اوّل، حضرت مولوی عبدالکریم صاحب رضؓ سیالکوٹی، حضرت نواب محمد علی خاں صاحب رضؓ، حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضؓ، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی رضؓ، حضرت مولوی برہان الدین صاحب رضؓ جہلمی، حضرت منشی ظفر احمد صاحب رضؓ، حضرت مولوی عبداللہ صاحب سنوری رضؓ، حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی رضؓ، حضرت میر ناصر نواب صاحب رضؓ، حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی رضؓ، حضرت مولوی شیر علی صاحب رضؓ

بقیہ : خطبۃ الوداع

ہجوم کی طرف سے پھر آواز آئی " آپ نے ہمیں اچھی طرح بتا دیا ہے کہ خیر اور شر کیا ہے". آپ نے پھر فرمایا :
"اے اللہ تو گواہ رہ".

اس کے بعد پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیغام ان لوگوں تک بھی پہنچانے کی تاکید فرمائی جو اس وقت موجود نہیں تھے اور فرمایا :
"یہ ممکن ہے کہ جو یہاں موجود نہیں ہے میرے کلمات کو اس سے بہتر طور پر یاد رکھے اور سمجھے جو یہاں موجود ہے".

اس الوداعی خطبہ کے بعد آپؐ پر خدا تعالیٰ کی یہ وحی نازل ہوئی : اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا

بقیہ : آپؑ کا مقام منصب اور مشن

ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں :

" خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ ان تمام روحوں کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں کیا یورپ اور کیا ایشیا، ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالیٰ کا مقصد ہے جس کے لئے میں دنیا میں بھیجا گیا ہوں سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے".

(الوصیۃ صفحہ ۱۱)

اپنی کتاب تبلیغ رسالت (صفحہ ۱۰۴، ۱۰۵) میں آپؑ تحریر فرماتے ہیں :
" میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ مسلمان خالص توحید پر قائم ہو جائیں اور ان کو خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہو جائے اور ان کی نمازیں اور عبادتیں ذوق اور احسان سے ظاہر ہوں اور ان کے اندر سے ہر ایک قسم کا گند نکل جائے".

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جس غرض اور مشن کے لئے بھیجے گئے اور ساری زندگی اس کے حصول کے لئے کوشاں رہے خدا کرے کہ ہم بھی ان کی پیروی کرتے ہوئے اس مقصد اور غرض کی تکمیل میں حصہ لینے والے بن سکیں - وباللہ التوفیق -

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

قدرتِ ثانیہ

"سواے عزیزو! جبکہ قدیم سے سُنّت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کرکے دکھلاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کردیوے ..... تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی ..... یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کردے گا تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف سے اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔"

(الوصیّة صـ۱۳-۱۴)

قدرتِ ثانیہ کی حقیقت

(محترم پروفیسر بشارت الرحمٰن صاحب ایم۔اے)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِى ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ؕ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا ؕ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝ (النور)

سیدنا حضرت مصلح موعود نے تفسیر کبیر جلد اوّل میں عربی لغت کی کتاب اقرب الموارد کے حوالے سے "امام" اور "امامت" کے یہ معنیٰ بیان فرمائے ہیں :-

"(۱) مَنْ يَخْلُفُ غَيْرَهٗ وَيَقُوْمُ مَقَامَهٗ یعنی امام کے معنی ہیں کسی کا قائم مقام اور جانشین۔

(۲) اَلسُّلْطَانُ الْاَعْظَمُ۔ یعنی حاکم اعلیٰ اور شہنشاہ۔

(۳) وَفِى الشَّرْعِ الْاِمَامُ الَّذِىْ لَيْسَ فَوْقَهٗ اِمَامٌ۔ یعنی شرعی لحاظ سے امام کے یہ معنی ہوں گے کہ وہ پیش رو اور حاکم جس کے اوپر اور کوئی حاکم نہ ہو۔

اور الخلافۃ کے معنیٰ ہیں الامامۃ حکومت (ا) اَلنِّيَابَةُ عَنِ الْغَيْرِ اِمَّا لِغَيْبَةِ الْمَنُوْبِ عَنْهُ اَوْ لِمَوْتِهٖ اَوْ لِعَجْزِهٖ اَوْ لِتَشْرِيْفِ الْمُسْتَخْلَفِ۔ یعنی دوسرے کی نیابت کرنا "امامت" کہلاتا ہے خواہ وہ نیابت جس کی نیابت کی گئی ہو اس کی غیر حاضری کی وجہ سے ہو یا موت یا کام سے عجز کی وجہ سے ہو اور بعض اوقات یہ نیابت صرف عزت افزائی کے لئے ہوتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو زمین پر "امام" بناتا ہے تو یہ صرف اُن کے اعزاز کی خاطر ہوتا ہے نہ کسی اور وجہ سے اور شرعی معنیٰ خلافت کے امامت کے ہیں۔ (اقرب)

(تفسیر کبیر جلد اوّل جزو اوّل ص ۲۷۳)

سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں :-

"خلیفہ جانشین کو کہتے ہیں اور رسول کا جانشین حقیقی معنوں کے لحاظ سے وہی ہو سکتا ہے جو ظلّی طور پر رسول کے کمالات اپنے اندر رکھتا ہو۔ اِس واسطے رسول کریم نے نہ چاہا کہ ظالم بادشاہوں پر خلیفہ کا لفظ اطلاق ہو کیونکہ خلیفہ درحقیقت رسول کا ظلّ ہوتا ہے اور چونکہ کسی انسان کے لئے دائمی طور پر بقا نہیں لہٰذا خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا کہ رسولوں کے وجود کو جو تمام دُنیا کے وجودوں سے اشرف اور اولیٰ ہیں ظلّی طور پر ہمیشہ کے لئے تا قیامت قائم رکھے سو اسی

غرض سے خدا تعالیٰ نے خلافت کو تجویز کیا تا دُنیا کبھی بھی اور کسی زمانہ میں برکاتِ رسالت سے محروم نہ رہے۔"

(شہادت القرآن ص۵۷)

قرآن کریم میں اِس امر کو ایک نہایت لطیف تمثیل کے ذریعہ بھی بیان کیا گیا ہے۔ سورہ نور میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ط اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ - (سورہ نور ع۵)

یعنی اللہ ہی آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔ اس نور کے ظاہر ہونے کی مخصوص صورت یہ ہے کہ گویا ایک طاقچہ ہو جس میں ایک چراغ جل رہا ہو۔ وہ چراغ ایک چمنی کے اندر رہو۔ اِس تمثیل میں چراغ سے مراد اللہ تعالیٰ کا نور ہے چمنی سے مراد نبوّت ہے جس کے ذریعے خدائی نور نہایت چمک دمک کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ طاقچہ سے مراد وہ ریفلیکٹر (REFLECTOR) ہے جو چراغِ نبوّت کے پیچھے ہمیشہ لگایا جاتا ہے یعنی خلافت۔ خلافت کے طاقچے یا ریفلیکٹر کے ذریعہ سے چراغِ نبوّت کی روشنی کو بہت دُور تک ایک لمبے زمانے تک ممتد کیا جاتا ہے نیز جس طرح ریفلیکٹر روشنی کو ایک فوکس یعنی ایک نقطہ پر مرتکز کر کے اُس روشنی میں بے انتہا شدّت، حدّت اور طاقت پیدا کر دیتا ہے اِسی طرح خلافت موقع اور محل کے احکام صادر کر کے قوم کی تمام طاقتوں کو ایک نقطہ پر مرتکز کر کے ان میں بے انتہا طاقت اور قوت پیدا کر دیتی ہے۔

خلافت کو دوسرے الفاظ میں نبی کی قومی زندگی سے بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ خلافت کا نظام نبوّت کیلئے ایک لازمی تتمّہ اور ضمیمہ کے طور پر ہوتا ہے۔ رسالہ "الوصیّت" میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود نے خلافت کو قدرتِ ثانیہ کے الفاظ سے یاد کیا ہے اور فرمایا ہے کہ ہمیشہ سے خدا کی یہ سُنّت ہے کہ وہ دو قدرتیں دکھاتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :-

مَا کَانَتْ نُبُوَّۃٌ قَطُّ اِلَّا تَبِعَتْھَا خِلَافَۃٌ

(کنز العمال جلد ۶ ص۱۱۹)

یعنی کبھی بھی دُنیا میں امرِ نبوّت قائم نہیں ہوُا کہ اس کے بعد نظامِ خلافت نہ جاری ہوُا ہو۔

خلافت کے لئے قرآن کریم میں بنیادی آیت سورۂ نور کی آیتِ استخلاف ہے جس کا مضمون کے شروع میں ذکر کیا گیا ہے۔

اِس آیت کریمہ میں "کَمَا" کا لفظ بہت غور کے قابل ہے۔ اِس لفظِ کَمَا سے ظاہر ہے کہ اُمّت میں تمام وہ خلافتیں قائم کی جائیں گی جن کا قیام پہلی اُمّتوں میں ہو چکا ہے۔

اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ خلافت کی وہ کون کونسی مختلف صورتیں اور اقسام ہیں جن کا قیام پہلی اُمّتوں میں

" جب بھی انتخابِ "امامت" کا وقت آئے اور مقررہ طریق کے مطابق جو بھی "امام" چُنا جائے مَیں اس کو ابھی سے بشارت دیتا ہوں کہ اگر اِس قانون کے ماتحت وہ چُنا جائے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کے ساتھ ہوگا اور جو بھی اس کے مقابل میں کھڑا ہوگا وہ بڑا ہو یا چھوٹا ہو ذلیل کیا جائے گا اور تباہ کیا جائے گا ..... اگر دُنیا کی حکومتیں بھی اس سے ٹکر لیں گی تو وہ ریزہ ریزہ ہو جائیں گی"۔

(تقریر حضرت مصلح موعود جلسہ سالانہ ۱۹۵۶ء)

ہوا ہے۔ اس بارہ میں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّ
نُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ
اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ
وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ
كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ
(المائدۃ: ۴۵)

یعنی یقیناً ہم نے تورات کو نازل کیا اس حالت میں کہ اُس میں ہدایت اور نور تھا۔ یہود کے لئے اس کے احکام کے مطابق ہی فیصلے کیا کرتے تھے۔ وہ نبی جو خدا تعالیٰ کے فرمانبردار تھے یعنی باوجود مستقل نبی ہونے کے وہ فرمانِ خداوندی کی وجہ سے موسیٰ علیہ السلام کے خلفاء تھے اور اسی طرح ان کے اولیاء اور علماءِ ربانی بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے اس وجہ سے کہ ان انبیاء، اولیاء اور علماءِ ربانی کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ کی کتاب تورات کی حفاظت کا کام سونپا گیا تھا اور وہ اُس پر نگران تھے۔

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نبیوں کی مامور خلافت جس کو خلافتِ نبوّت بھی کہا جاسکتا ہے یہود میں رائج ہوئی اور غیر مامور خلافت اولیاء اور علماءِ ربانی بھی جاری ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کے بعد زیادہ تر مامور خلافت ہی جاری ہوئی جیسا کہ حدیثِ نبوی میں ہے کہ

كَانَتْ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ تَسُوْسُهُمُ الْاَنْبِيَاءُ ۔ كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ ۔

یعنی بنی اسرائیل کی سیاست انبیاء کیا کرتے تھے جب کبھی کوئی نبی فوت ہوتا تو ایک نبی ہی اُس کا جانشین بنتا۔

بنی اسرائیل میں خلافتِ نبوّت اس لئے جاری ہوئی کہ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں یہ قوم مِن حَیثُ القوم اپنی سرکشیوں

اور بغاوتوں کی وجہ سے اس قابل نہ تھی کہ اُن میں خلافتِ راشدہ یا دوسرے لفظوں میں خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ جاری کی جائے جس میں سب مومنوں کو مِن حَیثُ الجماعت حاملِ خلافت قرار دیا جاتا ہے اور خلیفۂ وقت اس جماعت میں بمنزلہ دل اور دماغ کے ہوتا ہے اور اسکی سربراہی کرتا ہے۔ گویا ذمہ داریوں میں شریک ہونے کے لحاظ سے سب مومن خلفاء ہوتے ہیں اور خلیفۂ وقت ان کا سربراہ اور واجب الاطاعت امام ہوتا ہے اور نظام کے لحاظ سے یہ خلافت شخصی ہوتی ہے اور نبی یا خلیفہ کی وفات پر اللہ تعالیٰ کی وحی خفی مومنوں کے قلوب پر نازل ہوتی ہے اور وہ منظورِ خداوندی کا انتخاب ہی کرتے ہیں۔ اس طرح خلیفہ کا تقرر دراصل خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔

دوسری قسم کی غیر مامور خلافت جس میں خلافتِ راشدہ بھی آجاتی ہے اور خلافتِ اولیاء اور علماءِ ربانی بھی۔ اسکی مثال گذشتہ امتوں میں وہ خلافت ہے جو بنی اسرائیل کے خاتم الخلفاء مسیح ناصری علیہ السلام کے بعد جاری ہوئی۔

خلافتِ راشدہ یا خلافت علیٰ منہاج النبوّۃ نبی کے بعد قوم میں الٰہی انعام کے طور پر آتی ہے۔ یہ وہ اعلیٰ درجے کا طلائی تاج ہے جو اعلیٰ درجے کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کے اعلیٰ ترین معیار قائم کرنے کی وجہ سے مومنوں کے سر پر رکھا جاتا ہے۔ مومنوں کی جماعت اس پاکیزہ آسمانی دودھ کی طرح ہوتی ہے جو نبوّت کی چھاتیوں سے ٹپکتا ہے اور وحی خفی کی مدھانی جب انتخابِ خلافت کے موقع پر اس دودھ کو بلوتی ہے تو وہ مکھن یا بالائی جو اسکے اوپر بطور اس کے خلاصے کے نمودار ہوتی ہے اسے خلیفۂ وقت کہتے ہیں۔

اِنہی معنوں میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث فرمایا کرتے تھے کہ جماعت اور امام جماعت دراصل ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ قوم میں سے جو شخص بحیثیت مجموعی نبی

کا ظلّ اور قوم میں اوّل نمبر پر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی وحی خفی اسی کا انتخاب کرواتی ہے۔

یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر قوم ایمان اور اعمال صالحہ کے بلند ترین معیار سے گر جائے یا خلافت کی کماحقہٗ قدر نہ کرے تو پھر اللہ تعالیٰ اس انعام کو واپس لے سکتا ہے اس صورت میں پھر خلافتِ اولیاء و علماءِ ربّانی شروع ہوا کرتی ہے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس سال کے بعد شاید خلافتِ راشدہ کی کما حقہٗ قدر نہ کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش خبری کے مطابق اس انعامِ خداوندی کو واپس لے لیا اور خلافتِ اولیاء و علماءِ ربّانی یا خلافتِ مجدّدین شروع ہو گئی۔ گویا خلافت روحانی شکل اختیار کر گئی اور اس کی شکل بدل گئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے خلفاء کا انتخاب براہِ راست کرنا شروع کر دیا چنانچہ خلافتِ راشدہ کے بعد نام نہاد خلفاء یعنی ملوک بنی امیہ اور ملوک بنی عباس حقیقی خلفاء نہیں تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی خلفاء اور مجدّدین۔ درحقیقت اولیاء اور علماء ربّانی تھے جن سے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی مختلف رنگ کی خدمات لیں کسی سے فقہ کے میدان میں اور کسی سے حدیث کے میدان میں اور کسی سے امامت اور حکومت کے میدان میں۔

مجدّدین کے بارے میں حدیثِ نبوی ہے کہ:-

اِنَّ اللّٰہَ یَبْعَثُ لِھٰذِہِ الْاُمَّۃِ عَلٰی رَأْسِ کُلِّ مِائَۃِ سَنَۃٍ مَنْ یُّجَدِّدُ لَھَا دِیْنَھَا۔ (ابوداؤد)

یعنی یقیناً اللہ تعالیٰ ہر صدی کے شروع میں یا اس میں فتن کی سربلندی کے وقت کسی ایسے شخص کو کھڑا کریگا جو اس کے دین کو تمام غلطیوں اور بدعات کو دُور کر کے پھر از سر نو تر و تازہ کر دیا کرے گا۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ایک صدی کے بعد اس مقصد کے لئے کوئی مہتم بالشان وجود ضرور بالضرور خدا تعالیٰ کی طرف سے کھڑا کیا جاتا ہے۔ ہاں صدی کے درمیان میں اور ساری صدی کے دوران بھی ایسے وجود ہو سکتے ہیں۔

یہ امر یاد رکھنا چاہیئے کہ خلافتِ مجدّدیت یا خلافتِ اولیاء و علماءِ ربّانی جاری تب ہوتی ہے جب خلافتِ راشدہ کے انعام سے کسی نہ کسی وجہ سے قوم محروم ہو جاتی ہے۔ اسلام میں خلیفۂ راشد بھی کی طرح ساری دُنیا کے لئے ایک ہی ہو گا مگر جب اللہ تعالیٰ اس انعام کو واپس لے لے تو ہر ملک یا ہر قوم میں الگ الگ مجدّد ہو سکتے ہیں جن کا آپس میں کوئی رابطہ نہ ہو جیسے تیرھویں صدی میں ہمارے ملک میں سید احمد صاحب بریلویؒ اور نائیجیریا میں عثمان فودیؒ تھے۔

اس وقت اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے جماعت احمدیہ کو پھر امامت کے انعام سے نوازا ہے اور حضرت مسیح موعود کے ارشادات کے مطابق یہ "قدرتِ ثانیہ" قیامت تک ہمارے ساتھ رہے گی اور ایک صدی کے خاتمہ پر دوسری صدی کے شروع میں جو بھی خلیفۂ وقت ہو گا وہی دین کی تجدید کے فرائض بھی ادا کرے گا جیسا کہ اس وقت ہمارے امام ہمام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کر رہے ہیں۔

خلیفہ کا کام تجدیدِ دین کرنا بھی ہے جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں:-

"خلیفہ کے معنی جانشین کے ہیں جو تجدیدِ دین کرے۔ نبیوں کے زمانے کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی ہے اُس کو دُور کرنے کے واسطے جو اُن کی جگہ آتے ہیں اُن کو خلیفہ کہتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد ۴ صفحہ ۳۸۳)

مجدّدیت کے بارے میں یاد رکھنا چاہیئے کہ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ مجدّد کو بطور

اصطلاح کے بیان نہیں فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آیا کرے گا بلکہ فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسا شخص کھڑا کیا جائے گا جو دین کی تجدید کرے گا۔ اگر وہ نبی ہوگا تو سب مجدّدین سے بڑھ کر تجدیدِ دین کرے گا اگر خلیفۂ راشد ہوگا تو وہ بھی یہ فریضہ بجا لائے گا اور ایک عام مجدد سے بڑھ کر ایسا کرے گا۔
چنانچہ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں:۔

آپ سے سوال کیا گیا کہ کیا خلیفہ کی موجودگی میں مجدد آ سکتا ہے آپ نے جواب دیا:
"خلیفہ تو خود مجدد سے بڑا ہوتا ہے اور اس کا کام ہی احکامِ شریعت کو نافذ کرنا اور دین کو قائم کرنا ہوتا ہے پھر اس کی موجودگی میں مجدد کس طرح آ سکتا ہے مجدد تو اس وقت آیا کرتا ہے جب دین میں بگاڑ پیدا ہو جائے۔"

(الفضل ۸ اپریل ۱۹۴۷ء ص ۲ کالم ۴)

اس جگہ حضرت مصلح موعود نے صرف اصطلاحی مجدد کے آنے کی نفی کی ہے۔ حدیث نبوی کے مطابق جو امام بھی جماعتِ احمدیہ میں صدی کے سر پر ہوگا وہ تجدیدِ دین کا کام بدرجہ اولیٰ کرے گا۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود فرماتے ہیں:۔

"ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام الزمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظلّ کے ہو کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے اور یہ امام جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کہلاتا ہے وہ مجدد صدی بھی ہے اور مجدد الف آخر بھی۔" (لیکچر سیالکوٹ ص ۶)

امتِ مسلمہ میں بموجب آیت استخلاف در سورۂ نور ان تمام اقسامِ خلافت نے جاری ہونا تھا جو پہلی امتوں میں جاری ہوئیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ "کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ

کوئی بدخواہ اب اس کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا

"ربوہ کی ایک ایک گلی گواہ ہے بڑے سے بڑا ابتلاء آیا اور گزر گیا اور جماعت کو کوئی زخم نہیں پہنچا سکا اور جماعت بڑی قوت سے خلافت کے اتحاد پر قائم رہی۔
حضور نے فرمایا یہ وہ آخری بڑے سے بڑا ابتلاء تھا جس کا جماعت نے بڑی کامیابی سے مقابلہ کیا آئندہ انشاء اللہ خلافتِ احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت اپنی بلوغت کی عمر کو پہنچ چکی ہے۔ کوئی بدخواہ اب خلافت کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا اور جماعت اسی شان سے ترقی کرے گی خدا کا یہ وعدہ پورا ہوگا کہ کم از کم ایک ہزار سال تک جماعت میں خلافت قائم رہے گی
حضور نے فرمایا دعائیں کریں اللہ کی حمد کے گیت گائیں اور دعائیں کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ آخری سانس تک راضی رہے اور جب ہم مریں تو وہ ہم پر محبت کی نظر ڈال رہا ہو۔"

(اقتباس از خطبہ جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع بحوالہ الفضل ۲۰ جون ۱۹۸۲ء)

قَبْلِهِمْ" کے مطابق یہ سب اقسام خلافت جاری ہوئیں۔ خلافتِ حکومت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں ہی آ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافتِ راشدہ یا خلافت علیٰ منہاجِ نبوت کا تیس سالہ دور آیا پھر خلافتِ علماءِ ربانی، مجددین اور اولیاء شروع ہوئی اور تیرہ سَو سال گذرنے کے بعد خلافتِ نبوت آئی یعنی مسیح موعود مبعوث ہوئے جنہیں مسلم شریف کی حدیث نواس بن سمعان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چار مرتبہ نبی اللہ کے خطاب سے یاد کیا ہے۔ اگر اُمتِ مسلمہ میں خلافتِ نبوت کی ایک مثال بھی قائم نہ ہوتی تو آیتِ استخلاف کا وعدہ پورا نہ ہوتا۔ اِس کے بعد پھر قدرتِ ثانیہ کا دَور شروع ہؤا ہے جس کا دامن قیامت تک وسیع ہے۔

آخر میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود کے تین ضروری حوالے مزید پیش کر کے اِس مضمون کو ختم کیا جاتا ہے۔

حضور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت یعنی قرآن کریم پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

"ایک شریعتِ موسویہ دوسری شریعت محمدیہ اور اِن دونوں سلسلوں میں تیرہ تیرہ خلیفے مقرر کئے ہیں"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۶۳ - روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۱۹۲)

نیز فرماتے ہیں :-

"اور پھر خدا نے محمدی سلسلہ کے خلیفوں کو موسوی سلسلہ کے خلیفوں سے مشابہت دیکر صاف طور پر سمجھا دیا ہے کہ اِس سلسلہ کے آخر میں بھی ایک مسیح ہے اور درمیان میں بارہ خلیفے ہیں تا موسوی سلسلہ کے مقابل پر اِس جگہ بھی چودھواں کا عدد پورا ہو"

(تحفہ گولڑویہ طبع اوّل صفحہ ۲۳)

اِسی طرح فرماتے ہیں :-

"یعنی سلسلۂ استخلاف محمدیہ کا آخری خلیفہ جس کا نام مسیح موعود اور مہدی معہود ہے۔ ظاہر ہوجائے اور وہ آیت یہ ہے وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ یعنی وہ آخری زمانہ جس سے رسولوں کے عدد کی تعیین ہوجائیگی یعنی آخری خلیفہ کے ظہور سے قضاً و قدر کا اندازہ جو مرسلین کی تعداد کی نسبت مخفی تھا ظہور میں آجائے گا ..... اور اِس جگہ خلفاء سلسلہ محمدیہ کی تعیین مطلوب ہے ..... گویا یوں فرماتا ہے وَ اِذَا الْخُلَفَاءُ بُيِّنَ تَعْدَادُهُمْ وَ حُدِّدَ عَدَدُهُمْ بِخَلِيفَةٍ هُوَ اٰخِرُ الْخُلَفَاءِ الَّذِيْ هُوَ الْمَسِيْحُ الْمَوْعُوْدُ فَاِنَّ اٰخِرَ كُلِّ شَيْءٍ يُعَيِّنُ مِقْدَارَ ذٰلِكَ الشَّيْءِ وَ تَعْدَادَهُ. فَهٰذَا هُوَ الْمَعْنٰى وَ اِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ"

(تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۱ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۲۴۴، ۲۴۵)

اِن حوالہ جات سے اظہر من الشمس ہے کہ دُنیا کے اِس آخری ہزار سالہ دَور میں مسیح موعود ہی مجدّد ہیں اور ہر صدی کے بعد حضور ہی اپنے ظلّ خلیفۃ المسیح کے وجود میں دین کی تجدید کیا کریں گے اور قدرتِ ثانیہ یا تجدیدِ دین کا یہ سلسلہ قیامت تک انشاء اللہ جاری رہے گا۔

وَ اٰخِرُ كَلِمِنَا حَمْدٌ وَ شُكْرٌ لِرَبٍّ مُحْسِنٍ ذِی الْاِمْتِنَانِ

خلافت احمدیہ
زندہ باد

مقدس امانت

خلافت خدا کی مقدس امانت — یہی روح کی زندگی کی ضمانت
خدا کی ہدایت کا ہے یہ تسلسل — ہوئی وقت آدم سے جاری خلافت
خلافت ہے مرکز اُسی دائرے کا — ہے وابستہ جس سے جہاں کی نظامت
اسی سے تو فکر و عمل میں ہے وحدت — اسی سے اجاگر ہے حسن امامت
سروں پر تسلط نہیں اس کا مقصد — دلوں پر حکومت ہے اسکی کرامت
یہی جبکہ تجدید عہد وفا ہے — کہاں چھوڑ کر جائیں ہم یہ روایت
جو محروم ہیں نعمت ایزدی سے — نہیں ان کو بھاتی خدا کی جماعت
امام زمانہ کو پہچان لینا — درایت کی پختگی کی علامت
خدا کی جو رسّی کو تھامے رہیں گے — محمدؐ کریں گے انہی کی شفاعت
خلافت سے منہ موڑتے ہیں جو احمدؔ — وہ کھو بیٹھتے ہیں جہاں میں وجاہت

(شیخ نصیر الدین احمد)

ہم دین کیلئے ہیں

حضرت بانی سلسلہ فرماتے ہیں:

کوئی مشغولی اور تصرّف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصّہ لے مجھے سخت ناگوار ہے۔ جب کوئی دینی ضروری کام آ پڑے تو میں اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں۔ جب تک وہ کام نہ ہو جائے۔ ہم دین کے لئے ہیں اور دین کی خاطر زندگی بسر کرتے ہیں۔ بس دین کی راہ میں ہمیں کوئی روک نہ ہونی چاہئیے۔

(ملفوظات جلد دوم ص ۶۱۵)

ولادت باسعادت

باسٹن سے مکرم محمد راشد شمس صاحب نے اطلاع دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں یکم اپریل بروز اتوار بیٹا عطا فرمایا ہے الحمدللہ۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیٹے کا نام "محمد فائز احمد" رکھا ہے۔ بیٹے کی درازی عمر اور خادم دین بننے کیلئے دعا کی درخواست ہے

نعت خیر الانامؐ

محمدؐ کی توصیف کیسے بیاں ہو کہ جس کی ثنا خود خدا کر رہا ہے
نہیں نعت خواں صرف جن و بشر ہی فرشتوں کے لب پر بھی صل علیٰ ہے

نہیں مقدرت یہ کسی بھی بشر کی کہ وہ معرفت پائے اس کی حقیقی
محمدؐ کو جس نے بنایا محمدؐ ۔ مقام محمدؐ وہی جانتا ہے

کہا حق تعالیٰ نے لولاک جس کو بنے جس کی خاطر ہیں افلاک سارے
وہ خیر البشر رحمت العالمیں ہے وہ فخر رسل خاتم الانبیاء ہے

خدا تو نہیں کہتا اس کو میں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں اک ذرا وہ
کہ ہے قاب قوسین سے بھی وہ بڑھ کر خدا سے قریب اسقدر وہ ہوا ہے

مزمل مدثر و یٰسین طٰہٰ رؤف رحیم و سراجاً منیراً
وہ مخلوق عالم میں سب سے ہے بہتر ۔ ہے مظہر خدا کا شبہ دوسرا ہے

ہے معراج ایسی کہ جبریل ششدر ۔ عجب شان احمدؐ ہے اللہ اکبر
سر عرش اعلیٰ کچھ اس طرح پہنچے کہ زیر قدم سدرۃ المنتہیٰ ہے

وہ مقصود عالم ہے شاہ امم ہے وہ محبوب داور ہے والا حشم ہے
وہ شمس الضحیٰ بھی ہے بدر الدجیٰ بھی وہی وجہ تخلیق ارض و سما ہے

وہ عابد کہ معبود جس پر ہے نازاں وہ عاشق کہ معشوق جس کا ہے شیدا
کہے فاتح رزم بدر و احد وہ کہے رونق کنج ثور و حرا ہے

غرض مختصر بات اتنی ہے بسمل کہ بعد از خدا سب سے افضل وہی ہے
وہی نور اول وہی نور آخر وہی ابتدا اور وہی انتہا ہے

(آفتاب احمد بسمل ۔ نیویارک)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کی تربیت کس طرح فرماتے تھے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں :

"مجھے افسوس کے ساتھ اس امر کا اظہار کرنا پڑتا ہے کہ اس معاملہ میں ہماری آئندہ نسل میں بہت بڑی کمزوری پائی جاتی ہے اور مجھے افسوس ہے کہ بعض افراد کے دل میں یہ خیال بیٹھا ہوا ہے کہ بچوں کی بڑے ہو کر خود بخود اصلاح ہو جائے گی۔ ان کا بچہ اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو وہ کہہ دیتے ہیں خیر ہے بچہ ہے بڑا ہو کر سمجھ جائے گا۔ یہ ایک ایسا ناقص اور پاجی خیال ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی غلط خیال نہیں ہو سکتا اور پھر یہ خیال ان کے دل میں ایسی جڑ پکڑ گیا ہے کہ نکلنے میں نہیں آتا۔ میں پوچھتا ہوں کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ہمیں اپنی اولاد پیاری ہو سکتی ہے۔ آپؐ کی نرینہ اولاد نہ تھی اور یہ ایک طبعی امر ہے جب کسی کی اپنی نرینہ اولاد نہ ہو تو اس کو اپنے نواسوں سے بہت محبت ہوتی ہے پس ایک تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نرینہ اولاد نہ تھی اس لئے طبعاً آپ کو اپنے نواسے بہت پیارے تھے دوسرے اس لئے بھی کہ وہ حضرت فاطمہؓ کے بطن سے تھے جو آپؐ کو بہت پیاری تھیں، پھر اس لئے بھی کہ وہ حضرت علیؓ کے بچے تھے جو آپؐ کو بہت عزیز تھے۔ مگر باوجود اس محبت کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خیال نہ فرمایا کہ انہیں بچپن میں سکھانے کی ضرورت نہیں یہ جب بڑے ہوں گے تو خود ان کی اصلاح ہو جائے گی۔ بلکہ بچپن میں اس بات کا خیال رکھا۔ چنانچہ ایک دفعہ آپؐ کے پاس صدقے کی کچھ کھجوریں آئیں۔ ان میں سے ایک کھجور حضرت امام حسنؓ نے اٹھا کر منہ میں ڈال لی۔ آپؐ نے یہ دیکھ کر خاموشی اختیار نہیں کی اور صرف اتنا ہی نہ کیا کہ کھجور ان کے منہ سے نکلوا دی بلکہ ان کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور کے چھوٹے چھوٹے ذرات بھی نکال دیئے۔

میں سمجھتا ہوں آج اگر کوئی شخص ایسا معاملہ اپنے بچے سے کرے تو کئی لوگ ایسے ہوں گے جو کہہ دیں گے جی بچہ تھا ایک کھجور منہ میں ڈال لی تو کیا حرج ہو گیا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نواسے کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور کے ذرے نکالے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ امام حسنؓ روتے اور ضد کرتے ہوں گے مگر آپؐ نے اس کی کچھ پرواہ نہ کرتے ہوئے ان کے منہ میں انگلی ڈال کر کھجور کے ذرات تک نکال ڈالے۔ اور یہ تھپڑ مارنے سے کم نہیں ہے۔ پھر ان کی اسی عمر کا واقعہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آگے سے کھانا نہیں کھا رہے تھے جس پر آپؐ نے فرمایا اپنے آگے سے لو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ۔

یہ اڑھائی سال کی تربیت کا واقعہ ہے جس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ کس عمر سے بچے کی تربیت کا زمانہ شروع ہوتا ہے، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اڑھائی برس کی عمر میں اپنے نواسے کی تربیت کی ہے اور اس کی حرکات کی نگرانی کی ہے تو کیا ہمارے نرالے بچے ہیں کہ ان کی نگرانی نہ کی جائے۔ اور یہ کہہ کر چھوڑ دیا جائے کہ بچہ ہے نا سمجھ ہے بڑا ہو کر سمجھ جائے گا اگر یہ عمر سمجھنے کی نہ ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے نواسے کے متعلق ایسا ہی کہہ دیتے۔ مگر آپؐ نے اس کو ٹوکا اور اس کی حرکت کو نظر انداز نہیں کیا۔ (خطباتِ محمود جلد دوم (عید الاضحیہ) صہ ۸۶)

بقیہ : یہ درد رہے گا بن کے دوا ...

کے بعد کے دنوں میں گرفتار کر کے تقریباً ۱۸ دن جیل میں رکھے گئے بعد میں ان کی رہائی ہو گئی۔ ابھی پھر بار بار ان کو تنگ کیا جا رہا ہے دوسرا محترم مربی صاحب نعیم احمد طاہر کی بھی ضمانت قبل از گرفتاری کرائی گئی ہے۔ ان کو بھی کافی مشکلات ہیں"۔

(اقتباس از خط مکرم وحید احمد صاحب سعید پیر محل۔ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ)

بقیہ صہ ۱۲ سے رسول کریمؐ کا حسنِ معاشرت

پھر نفی میں جواب دیا تو آپؐ نے دعوت میں جانے سے معذرت کر دی۔ وہ چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد پھر آیا اور گھر آنے کی دعوت دی تو آپؐ نے پھر اپنا وہی سوال دہرایا کہ یہ بھی آ جائیں تو تیسری مرتبہ اس نے حضرت عائشہؓ کو ساتھ لانے کی حامی بھری۔ اس پر آپؐ اور حضرت عائشہؓ دونوں اس ایرانی کے گھر تشریف لے گئے اور وہاں جا کر دونوں نے کھانا تناول فرمایا۔

باقی آئندہ

یہ دَرد رہے گا بن کے دوا تم صبر کرو وقت آنے دو

پاکستان کے مظلوم احمدیوں کے تأثرات

● پاکستان سے مکرمہ منزہ اقبال صاحبہ اپنے خط محررہ ۲ رمئی ۸۹ ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں لکھتی ہیں کہ :

"میں آپ کو جس وقت یہ خط لکھ رہی ہوں، ہمارے گھر سے دو قدم کے فاصلے پر غیر احمدیوں کی مسجد ہے اور آج اس وقت رات کے گیارہ بجے وہاں ختم قرآن کا جلسہ ہو رہا ہے۔ پیارے آقا! ہر سال رمضان میں اسی مسجد میں باہر سے ایک ہی مولوی آتا ہے اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ کی شان میں اتنی گستاخی کرتا ہے، اتنے گندے الفاظ استعمال کرتا ہے کہ حضور غم اور دکھ سے روتے روتے سینہ پھٹ جاتا ہے۔ انہیں خدا سے خوف کیوں نہیں آتا؟ ....."

(اقتباس خط مکرمہ منزہ اقبال صاحبہ محررہ ۲ رمئی ۱۹۸۹ء)

● مکرم سید محمد صاحب دو سیاہ جٹاں ضلع کوٹلی (آزاد کشمیر) سے اپنے خط محررہ ۱۴ ستمبر ۸۹ ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں اپنے تازہ حالات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ :

"چند غیر از جماعت شر پسند عناصر نے سخت پریشان کر رکھا ہے، کئی مقدمات میں الجھایا ہوا ہے، قتل کی دھمکیاں بھی دے رہے ہیں کہ حکومت ہمارے ساتھ ہے، ہم زمین چھین لیں گے، مکان جلا دیں گے اور کئی بار حملے بھی کر چکے ہیں اور متعدد بار فریقین میں سے زخمی بھی ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہماری زمین پر آکر جھگڑا کرتے ہیں اور زمین چھیننے کی کوشش کرتے ہیں، انتظامیہ خاموش تماشائی بنی رہتی ہے۔ دیگر محکمے بھی ہم پر ظلم کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہمارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ ہم غریب ہیں جبکہ فریق مخالف دولت مند ہے۔ چھوٹے بچے اور بچیاں سکول پڑھتی ہیں۔ ہمیں ہر وقت اپنی عزت و جان اور مال کا خطرہ رہتا ہے۔ مسلسل تین سال سے ہمارا بہت سا مالی نقصان ہو چکا ہے ..."

(اقتباس از خط مکرم سید محمد صاحب، دو سیاہ جٹاں ضلع کوٹلی آزاد کشمیر)

● مکرمہ خالدہ پروین گھمن صاحبہ چک نمبر ۹۸ شمالی ضلع سرگودھا سے اپنے گاؤں میں احمدیت دشمنی پر مبنی حالات بیان کرتے ہوئے اپنے خط محررہ ۲۱ اگست ۸۹ ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں لکھتی ہیں کہ :

"کل پھر غیر احمدیوں نے چک ۹۹ اور ۹۸ میں ہنگامہ بلکہ فساد کیا ہے۔ ۹۹ کا تو مجھے پورا علم نہیں سوائے اس کے کہ تین احمدیوں کو پیٹا گیا ہے، ہمارے گاؤں میں تین خدام اور ایک انصار کو زخمی کیا گیا۔ پھر اندھا دھند فائرنگ کی اور سپیکر پر نہایت خوفناک اعلان کیے ... نیز ہمارے اس سکول میں ہماری ۱۰-۱۱ احمدی ٹیچرز ہیں بمعہ میری بہن کے۔ ان کو بھی دھمکیاں مل رہی ہیں کہ یا ٹرانسفر کروا دینی ہے یا DISMISS کروا دینا ہے۔ بہت پریشان کن حالات ہیں۔ نہ رات نیند آتی ہے اور نہ دن کو سکون ملتا ہے۔ ساتھ والے گاؤں میں P.T.C. کھلی تھی وہاں پر ۱۱ احمدی لڑکیوں نے داخلہ لیا تھا جو کہ کینسل کر دیا گیا ہے کہ اقلیت کی سیٹ لو۔" (اقتباس از خط مکرمہ خالدہ پروین گھمن صاحبہ، چک نمبر ۹۸ شمالی - ضلع سرگودھا - محررہ ۲۱ راگست ۸۹ء)

● مکرم محمد اورنگ زیب صاحب قلعہ کالروالا ضلع سیالکوٹ سے تحریر فرماتے ہیں کہ: "خاکسار بی کام کا طالب علم ہے۔ ہیلے کالج لاہور میں داخلہ لیا ہوا ہے۔ ہوسٹل میں رہائش ہے۔ یونیورسٹی میں اسلامی جمعیت طلباء والوں کا اثر و رسوخ ہے۔ ہمارے ہوسٹل میں اسلامی جمعیت طلباء والوں کو معلوم ہو گیا ہے کہ خاکسار احمدی ہے۔ انہوں نے مجھے اپنے کمرہ میں بلا کر پستول سے حملہ کیا اور ظالمانہ رویہ اختیار کرنا چاہا لیکن خاکسار ان کے حملوں سے بالکل بچ گیا۔ لیکن اس بات پر مجھے اتنا رونا آیا کہ اللہ تعالیٰ کے حضور ڈیڑھ گھنٹہ تک روتا رہا۔ میرا قصور سوائے احمدی ہونے کے کچھ نہیں ہے۔ خاکسار ایسی باتیں والدین کو نہیں بتاتا اس لیے کہ وہ ڈر سے مجھے پڑھائی سے ہٹا لیں گے۔" (خط محررہ ۲۱ راگست ۱۹۸۹ء)

● مکرم مشہود احمد خان صاحب اپنے خط محررہ ۴ ستمبر ۸۹ ء میں حضرت امام جماعت احمدیہ کی خدمت میں رقمطراز ہیں :

"خاکسار گھر سے چالیس کلومیٹر دور ہائی سکول میں ٹیچر ہے۔ دوسرے اساتذہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں۔ آپ کو اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو گالیاں دیتے ہیں۔ مجھے قتل کرنے کی دھمکیاں دیتے ہیں۔ مسلمان ہونے کو کہتے ہیں لیکن خاکسار اللہ تعالیٰ کے فضل سے خون کے آخری قطرہ تک اپنے ایمان پر قائم رہے گا۔"

(اقتباس خط از مکرم مشہود احمد خان صاحب، چک نمبر ۶/۱۱-ایل - ضلع ساہیوال)

● مکرم وحید احمد صاحب سعید، پیر محل ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ سے اپنے ایک خط میں رقمطراز ہیں: "میرے والد محترم محمد سعید صاحب زرگر پہلے کلمہ طیبہ کے جرم میں مقدمہ میں ملوث کیے گئے۔ پھر جنرل ضیاء کے مرنے (بقیہ صـ ۳۵)

خدائی شہادت کے زندہ ثبوت

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

★ حضرت حافظ شیخ حامد علی صاحب کا شمار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کبار اصحاب میں ہے جنہیں ایک لمبے عرصہ تک حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت کی توفیق ملی۔ اور وہ سفر و حضر میں ہمیشہ اپنے آقا کے ہمرکاب رہے۔ نماز پنجگانہ کی پابندی میں وہ اپنی مثال آپ تھے۔ حضرت اقدس نے ان کے اس جذبہ روحانی کی بڑی تعریف کی اور انہیں "متدین" "متقی" اور "وفادار" کے لقب سے نوازہ ہے۔ (ازالہ اوہام) ان کو عظیم الشان خصوصیت بھی حاصل ہے کہ ان کی عظیم الشان خدمات کے باعث حضرت مسیح علیہ السلام نے بشارت دی تھی "جو خدمت میری شیخ حامد علی صاحب نے کی ہے کسی دوسرے نے نہیں کی اور یہ میرے ساتھ ہمیشہ رہا ہے اور جنت میں بھی میرے ساتھ اسی طرح ہوگا۔"

(الحکم ۷ مارچ ۱۹۳۴)

★ حضرت حافظ معین الدین صاحب رضی اللہ عنہ نابینا تھے، مگر بصیرت کی آنکھیں روشن تھیں، بڑے عابد، بڑے زاہد۔ سقیم حالت کے باوجود حضرت مسیح علیہ السلام کی ہر تحریک میں حصہ لیتے تھے حضور کو دابنا آپ کا معمول تھا۔ ان کی عمر جو وہ پندرہ برس تھی کہ حضور انہیں اپنے یہاں بلا کر لے گئے اور فرمایا حافظ صاحب ہمارے پاس رہا کریں۔ انہوں نے عرض کیا میں معذور ہوں، مجھ سے کوئی کام نہ ہو سکے گا، حضرت اقدس نے فرمایا "ہم اکٹھے نماز پڑھ لیا کریں گے اور تو قرآن شریف یاد کیا کر۔" ایک لحاظ سے آپ "اصحاب الصفہ" کے پہلے فرد ہیں جنہیں آپ کے قدموں میں رہنے کی سعادت عطا ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کی خبر سنی تو کہنے لگے، آج میں یتیم ہو گیا۔

(الحکم ۲۱ فروری ۱۹۳۴ء)

★ حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی سرساوی رضی اللہ عنہ کا سلسلہ نسب کئی واسطوں سے شیخ کبیر حضرت فرید گنج شکر کے خلیفہ قطب الاقطاب شیخ جمال الدین احمد ہانسوی (متوفی ۶۵۹ھ) تک جا پہنچا ہے۔ بڑے مقتدر گدی نشین تھے۔ ان کی بڑی مانتا تھی لیکن جب حضرت مسیح موعودؑ نے دعویٰ ماموریت فرمایا تو مسند امارت چھوڑ کر مامور وقت کی غلامی اختیار کر لی۔ حضرت اقدسؑ نے انہیں اکابر مخلصین کا خطاب دیتے ہوئے لکھا "صاف باطن یک رنگ اور للہی کاموں میں جوش رکھنے والے اور اعلاء کلمہ حق کے لئے بدل و جان ساعی و سرگرم ہیں"۔ (ازالہ اوہام حصہ دوم) آپ نے حضور اقدس کے عہد مبارک کے چشم دید واقعات اپنی زندگی میں ہی "تذکرۃ المہدی" کے نام سے شائع فرما دیے تھے جو نہایت ایمان افروز ہیں۔

(الحکم ۱۴ جنوری ۱۹۳۴)

★ حضرت منشی عبداللہ صاحب سنوری رضی اللہ عنہ نہایت بلند پایہ اور جلیل القدر صحابی تھے۔ سرخ چھینٹوں کے کشفی نشان کے حامل اور براہین احمدیہ (حصہ چہارم) کی طباعت کے مخلص کارکن آپ اپنے ماموں مولوی محمد یوسف صاحب مرحوم سے حضرت اقدس کا ذکر سن کر قادیان پہنچے اور پہلی ملاقات میں ہی اسیر محبت ہو گئے تین روز کے قیام کے بعد اجازت لیکر پٹیالے تک گئے اور پھر واپس آ گئے۔ حضور نے واپسی کا سبب پوچھا تو عرض کیا کہ حضور میرا جانے کو دل نہیں چاہتا۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے آپ کے متعلق لکھا "یہ جوان صالح اپنی فطری مناسبت کی وجہ سے میری طرف کھینچا گیا۔ میں یقین رکھتا ہوں کہ وہ ان وفادار دوستوں میں سے ہے جن پر کوئی ابتلاء جنبش نہیں لا سکتا۔" (ازالہ اوہام)

مبارک وہ جو اب ایمان لایا
صحابہ سے ملا جب مجھ کو پایا

(مرتبہ: وسیم احمد چوہدری)

بیادِ حضرت اُم المومنین
نور اللہ مرقدھا

ہے فسوں حاصل نطقِ انساں
نہیں مقدور میں اک غم کا بیاں

میں کسی فکر میں غلطاں پیچاں
میں کسی درد سے گریاں بریاں

میں کسی رافت دل سے محروم
نہ رہا سایۂ حق یزداں

وہ مسیحا کیلئے دل کا سکوں
وہ مسیحا کیلئے راحتِ جاں

وہ زماں بخش مسیحائے زماں
آیۂ حق کہ وہ قدرت کا نشاں

حق تعالیٰ سے خدیجہؓ کا لقب
مظہر حسن الٰہ۔ حق کا گماں

پیکر خُلق، شبیہ فرقاں
جوہر سعدت، زر کون و فکاں

(امین اللہ خان سالک)

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
میں خاک تھا اسی ثریا بنا دیا

وفات

لاس اینجلس سے مکرم شیخ عبدالرحیم صاحب نے اطلاع دی ہے کہ اہلیہ مکرم شیخ عبداللطیف صاحب جو موصیہ تھیں پاکستان اسلام آباد میں ۱۶ مارچ بروز جمعہ صبح ۹ بجے وفات پاگئیں اِنا لِلّٰہ و انا الیہ راجعون۔ جنازہ دوسرے روز ربوہ لے گئے جہاں ان کی تدفین عمل میں آئی اور بہشتی مقبرہ میں دفن کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے اور جملہ لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ آمین

مکرم عبدالقادر مبشر بھٹی صاحب نے اطلاع دی ہے کہ میرے خسر محترم جناب عبدالسلام صاحب اعوان آف ربوہ ۲۰ مارچ بروز منگل شام چار بجے کنری سندھ میں حرکت قلب بند ہو جانے سے انتقال کر گئے انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم کی عمر ۶۷ سال تھی اور کچھ عرصہ سے ہائی بلڈ پریشر میں مبتلاء تھے، بہت نیک، ہمدرد اور خیر خواہی کا جذبہ رکھنے والے اور جماعت کے کاموں میں پیش پیش تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔